

جامعہ دارالتحوی لاہور کا ترجمان

دارالتحوی

رمضان / شوال ۱۴۳۰ھ۔۔۔ جون 2019ء

مسنونات عید اور ہماری صورت حال

صدقہ فطر کا بیان

دینی و عصری تعلیم کی تقسیم کا نہ دار کوں؟

استخارہ: جیقیقت، اہمیت مطہریۃ کار

suhaib[®]
gulzar

NOW INTRODUCING

HIGH CLASS STITCHING

DOOR TO DOOR SERVICE
IN YOUR TOWN



WE PROVIDE

CUSTOMIZED TAILORING

HASSLE FREE SERVICE JUST A CLICK AWAY.

PROVIDING YOU

- Pick and Drop Service
- Stitching of Gents & Boys
Shalwar Qamiz, Waistcoat and Sherwani
- Affordable Price

*Your garment will be finished and delivered within 4 to 7 working days.

1. CANAL VIEW

14-A Usman Plaza, Canal View Society,
Multan Road, Lahore.
0423 5294886 - 887

2. GULSHAN RAVI

Saqib Plaza Main Boulevard
Gulshan Ravi Lahore.
0423 7480033 | 0305 7145253

3. BAHRIA ORCHARD

Orchard Heights, Raiwind Road, Lahore.
0301 4046616 | 03338881670

دَارُ الْتَّقْوَىٰ

ماہنامہ لاہور ۵

رمضان/شوال ۱۴۳۰ھ۔۔۔ جون 2019ء

زیر پرستی

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ
حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 9

مدرسہ

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مولانا عبدالودود ربانی
مدیر مسئول

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جیل الرحمن صاحب

مفتی محمد اسماء
مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

نی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

سالانہ رسائلے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آؤ رکریں

Email Address
monthlydarultaqwa@gmail.com

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ

متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 042-35967905
0321-7771130

مطابق شرکت پرنگ پریس

متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

مقام اشاعت

فہرست

جون 2019ء

ماہنامہ دارالتوحی

اداریہ

☆☆☆☆☆☆☆

5 مدیر مسول عید الفطر۔۔۔ اجتماعی خوشی کا دان

درس قرآن و حدیث

☆☆☆☆☆☆ مفتی محمد شفیع صاحبؒ مسلمانوں کا اتحاد اطاعت خداوندی میں ہے

14 مولانا محمد نصیر علیؒ دعوت الی الخیر؛ امر بالمعروف و نهی عن المنکر

مقالات و مضاہین

☆☆☆☆☆☆☆ دینی و عصری تعلیم کی تقسیم کا ذمہ دار کون؟

17 مولانا زاہد الرشیدی

22 مفتی شیعہ احمد استخارہ: حقیقت، اہمیت و طریقہ کار

31 مولانا ذاکر عبدالرازاق اسکندر شوال کے چھروزوں کی شریعت میں اہمیت

37 مفتی عبدالرؤوف سکھروی مسنونات عید اور ہماری صورت حال

43 حضرت حکیم الامم صدقہ فاطر کا بیان

46 مولانا قاری حنفی جالندھری دینی مدارس کے معاملات۔۔۔ حالیہ پیش رفت

52 مولانا میرزا ہبھیالوی مدارس کا نظام تعلیم و تربیت اور چند معرفضات

61 بیشتری زیور متفرق مسائل اور ان کا حل

65 حضرت حکیم الامم اعمال قرآنی

عید الفطر۔۔۔۔۔ اجتماعی خوشی کا دن

عید الفطر ہر سال رمضان المبارک کے باہر کت مہینے کے اختتام پر پیغام نشاط لاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جو روزے رکھتے ہیں اور دن رات اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ مبارک دن حقیقی معنوں میں عید سعید ہے۔ اس عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا فرض ہے، اس لیے اسے عید فطر کہتے ہیں۔ عید الفطر ایک تو ان روزہ داروں کے لیے پیامِ مرسٹ ہے جنہوں نے پورے ماہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے اور صحیح معنوں میں رمضان المبارک کا حق ادا کیا، اس لیے ایک ماہ دینی و جسمانی تربیت کے بعد اللہ عزوجل نے ان کو اس انعام و اکرام سے نوازا۔ عید کا دن ہی خوشی اور مرسٹ سے عبارت ہے مگر ان سب کے پیچھے خالق کائنات کے وہ عظیم مقاصد، مصلحتیں، حکمتیں ہیں جن سے صرف نظر کر کے نہ تو عید الفطر کا حقیقی مقصد پورا ہو سکتا ہے اور نہ وہ خوشی حاصل ہو سکتی ہے، جو اللہ کو مطلوب ہے۔ اس مہینے میں صدقہ الفطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خوشحال، مالدار اور صاحبِ ثروت پر واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ گھر کے ہر فرد کی طرف سے فڑانہ ادا کرے۔ غریبوں، محتاجوں، ضرورتمندوں کو دے تاکہ وہ لوگ اپنے لئے نئے جوڑے تیار کر سکیں، نئے کپڑے پہن سکیں، اچھا کھانا کھا سکیں اور عید کی خوشی میں برابر شریک ہوں۔ گوں طرح عید کا دن پورے سماج کے لئے عمومی خوشی کا دن بن جاتا ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ کسی ملک اور کسی شہر میں ہو اپنی حیثیت کے مطابق عید کی خوشیاں مناتا ہے۔ رشتہ دار ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں، پرانے دوست ملتے ہیں، عید کے دن مسلمان ایک دوسرے سے سابقہ تمام رنجشیں ختم کر دیتے ہیں، جوانوں سے دکھلیں ہوں ان کو اس دن بھول جاتے ہیں۔ دل صاف کر لیتے ہیں۔ گلے ملتے ہیں تو

گلے مٹ جاتے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن (مہر گان - نوروز) خوشی کے دن مناتے تھے یعنی یہ ان کی عید تھی، لفظ عید کا مطلب بھی خوشی ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کی ”جاہلیت میں ہم لوگ ان دونوں میں خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے بدالے ان سے بہتر دو دن تمہیں دیئے۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ اسلام نے ان ایام میں تحلیل و زیب وزینت اور رکھا و کتو باقی رکھا۔ البتہ زمانہ جاہلیت کی رسم و رواج۔ لہو و لعب اور کھلیل کو دیں وقت کے ضیاع کو ختم کر دیا اور جشن کے ان ایام کو خدا نے بزرگ و برتر کی اجتماعی عبادت کے ایام بنادیا تاکہ ان کا یہ تحلیل و اجتماع یادِ الہی سے غفلت میں بسرنا ہو۔ ایک طرف اسلام نے اپنے ماننے والوں کیلئے دنیاوی فرحت و انبساط کے اہتمام کی اجازت دی تو دوسرا طرف ان کیلئے بندگی کے دورازے کھول دیئے تاکہ یادِ الہی سے بھی غافل نہ رہیں اور اسلامی برادری سے شناسائی کے موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

اہل ایمان رمضان المبارک میں اپنے آپ کو ظاہری اور باطنی طور پر پاک کرتے ہیں اور اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوتا ہے۔ جب لوگ عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے۔ ”اے لوگو! تمہارے رب نے تمہاری بخشش فرمادی ہے پس تم اپنے گھروں کو کامیاب و کامران لوٹو۔“ عید کا دن انعام کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم ہی ہے کہ وہ ہمیں دنیا میں بھی خوشیاں مہیا کرتا ہے ان اعمال کے بدالہ جو ہم نے خالص اس کی رضاکے لئے انجام دیے ہیں اور آخرت کا جرتواس سے زائد ہے اور وہی اجرِ عظیم ہے۔

حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بھی بڑی اہمیت ہے حقوق اللہ تو خدا کے فضل سے معاف ہو سکتے ہیں مگر حقوق العباد صاحب معاملہ کے ذریعے ہی معاف ہوں گے۔ عید الفطر بھی حقوق العباد ادا کرنے کا دن ہے، اگر اس دن بھی اس کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو اس کا نتیجہ ہمیں دنیا میں بھی بھگتنا پڑے گا اور آخرت میں بھی۔ عید ہمیں غریبوں سے ہمدردی اور دوستوں سے محبت کا پیغام دیتی ہے، مساوات و غم خواری اور اجتماعیت و وحدت کا درس دیتی ہے، حسن سلوک اور روداداری کا سبق پڑھاتی ہے۔ عید مناتے وقت ہم اس عہد کی تجدید کرتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کے لئے ایثار کریں گے۔ غریبوں کے دکھ درکو

محسوس کریں گے اور عوام کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں گے۔ یاد رکھئے! خوشی کے اس مبارک دن میں اللہ کے نزدیک اس خوشی کی کوئی اہمیت نہیں جس میں ضرورت مندوں، بے کسوں، ناداروں اور مظلوموں کو بھلا دیا جائے اور ان کو اپنی خوشی میں شامل نہ کیا جائے۔ عیدِ اصل میں دوسروں کو اپنی خوشیوں میں شریک کرنے یا دوسروں کی خوشیوں میں شریک ہونے کا نام ہے۔ آپ بھی خوب خوشیاں منائیں، مسروں کا اظہار کریں۔ نئے کپڑے نئے جوتے خریدیں، عید کی شانگ کریں اور بڑوں سے عیدی لیں اور چھوٹوں کو عیدی دینے کی روایت برقرار رکھیں، لیکن اس کے ساتھ ہماری یہ اجتماعی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس خوشی کے موقع پر اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو بھی نہ بھولیں۔ یہ غریب لوگ آپ کے دامیں باشیں، آپ کی ہمسایگی میں، آپ کے محلے میں، آپ کے رشتہ داروں میں، آپ کے علاقے میں آپ کے ملک میں اور دنیا کے کسی بھی کوئے میں ہو سکتے ہیں۔ جس کی جگنی ہمت سکت ہے اسے عید کی خوشیوں میں دوسروں کو شامل کرنے کے لیے اسی قدر کوشش کرنی چاہئے۔ ریاست و حکومت بھی اپنی سطح پر ایسے اقدامات کرے کہ ملک کا پسا ہوا طبقہ بھی اہل وطن کے ساتھ عید کی خوشیاں منا سکے اور مختلف ادارے، این جی اوز، اور مذہبی و سیاسی جماعتیں بھی یہ کام کر سکتی ہیں۔

اگر ہم دین اسلام کے احکام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دین اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بنی آدم، مسلمان ایک دوسرے کے دکھ سکھ سے لاطلاق نہ رہیں اسی مقصد کے تحت نمازِ پنج گانہ محلہ کی مسجد میں، جمعہ جامع مسجد میں، عید کی نماز شہر کی عید گاہ میں، حج و عمرہ کے لیے ساری دنیا سے مسلمان ایک جگہ مکملہ الیکراں میں جمع ہوتے ہیں، اسی طرح عید پر شہر و گاؤں کے افراد کا ایک دوسرے کے قریب آنا اور سب سے بڑھ کر تمام رشتہ داروں کا ایک دوسرے سے ملنا، پر دیس میں کام کرنے والے اپنوں کی خوشیوں میں شامل ہونے کے لیے اس دن واپس گھر لوٹ آتے ہیں، ایک دوسرے کو تخفہ تھائیں دینا ان کے دکھ سکھ میں شامل ہونا وغیرہ۔ جب یوم عید آتا ہے۔ شیطان چیز چیز کروتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی خوشی دیکھی نہیں جاتی۔ اس لیے بھی کہ شیطان مسلمانوں کے درمیاں اخوت و محبت سے خوش نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ عید کی خوشیوں میں نہ صرف مسلم بھائیوں کو شریک کیا جائے بلکہ غریب اور نادار اور مفلس غیر مسلم بھائیوں کو بھی شریک کیا جانا چاہیے۔ یہ غیر مسلم چونکہ ہمارے ہم وطن ہیں، ان کو بھی اپنے اس مذہبی تھوار میں شامل کیا جائے تاکہ معاشرہ امن و سلامتی کی طرف بڑھتا رہے۔ عید بہر صورت ایک آفاقی پیغام ہے جس میں خوشی و مسرت کے ساتھ

بھائی چارہ گی، اخوت اور رواداری کا درس ہے۔ مگر اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عید الفطر کے حقیقی پیغام اور اس کے تقاضوں کو عملی طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ عید ہر سال آتی ہے، اور اپنا یہ پیغام سنانا کر ہم سے رخصت ہو جاتی ہے، مگر ہم اپنی خوشیوں میں اتنے مگن رہتے ہیں کہ عید کے تقاضوں اور اس کے پیغام کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ خوشیاں باٹھنے سے بڑھتی ہیں اور یہی چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہی تو زندگی کی راہوں میں تازگی اور مسروتوں کے چراغ ہیں اگر انکی روشنی دوسروں کی راہوں میں بکھیر دی جائے تو ان میں کمی نہیں ہوگی۔

عید کا دن جہاں پیار محبت اور خوشیاں باٹھنے کا دن ہے وہاں انفترتوں، ملامتوں اور ناراضگی کے مٹانے کا بھی دن ہے، آئیے اپنے اقربا اور احباب کی کھوئی ہوئی مسکان ان کو لوٹا دیں جو کبھی کی رشتوں کی کڑواہٹ کے بھینٹ چڑھکی ہے، نہ معلوم اگلی عید پر اسکے چکانے کا موقع ملنے ملے۔ آج عہد کریں کہ اس عید پر کوئی بھی غریب بھوکا نہ رہے، کوئی احساس محرومی کا شکار نہ ہو کوئی تنخی اور کدورت کی نفیات میں مبتلا نہ ہونے پائے، کسی کے دل میں کینہ نہ رہے۔ آئیے آج یہ بھی عہد کریں کہ ایک دوسرے سے پیار اور محبت سے رہیں گے۔ کسی کو دکھ اور تکلیف نہیں دیں گے۔ ہمیشہ ایک دوسرے کی خیر چاہیں گے۔ مستحق افراد کی مدد کریں گے۔ انہیں دکھ اور سکھ کا ساتھی بنائیں گے۔ کسی کی دل آزاری نہیں کریں گے۔ عید کے پرمسرت موقع پر ہماری ایمانی ذمہ داری ہے کہ ہم ان بے قصور اور مظلوم بھائیوں کو نہ بھولیں جو ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اپنوں اور غیروں کی جیلوں میں بندان بے گناہ قیدیوں کو بھی نہ بھولیں جو ناکر德ہ گناہوں کی سزا بھلگت رہے ہیں۔ عید کا دن دعاویں کی قبولیت کا بھی دن ہے۔ اس دن مظلوم مسلمانوں کی ظلم و جور سے آزادی اور بے گناہ قیدیوں کی رہائی کے لئے گڑگڑا کے اللہ حضور دعا کریں۔ ارض پاک کو لاحق اندر و فی و بیرونی خطرات سے حفاظت کی دعا کریں اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ رب العزت سب کی دلی مرادیں پوری کرے اور ہم سب کو دائی خوشی سے نوازے اور سب کو بار بار لاثانی مسروتوں سے لمبیز عید کے موقع دیکھنے نصیب کرے!!! آمین

والسلام
مدیر مسؤول

درس قرآن

مفتی محمد شفیع صاحبؒ

مسلمانوں کا اتحاد اطاعت خداوندی میں ہے

﴿... سورۃ الانفال ...﴾ ... آیت نمبر ۲۶، ۲۳

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ سُمُّ اللَّهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيمِ
 وَالْأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتُ مَا فِي الْأَرْضِ جِمِيعًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ
 اللَّهُ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسِنْكَ اللَّهُ وَمَنْ أَتَيْكَ مِنْ
 الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مَنْكُمْ عِشْرُونَ
 ضَبِرُوْنَ يَعْلَمُوْ امَائِتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مَنْكُمْ مَا يَعْلَمُوْ الْأَلْفَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ إِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا
 يَفْقَهُوْنَ ۝ الَّذِنَ حَفَّ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مَنْكُمْ مَا يَعْلَمُ صَابِرَةً
 يَعْلَمُوْ امَائِتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مَنْكُمْ أَلْفُ يَعْلَمُوْ الْأَلْفَ يَأْذِنُ اللَّهُ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

”اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں، اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زیمن میں ہے سارا، نہ
 الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں۔ لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں۔ بیشک وہ زور آور
 ہے حکمت والا۔ اے نبی! کافی ہے تجوہ کو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہیں مسلمان۔ اے نبی!
 شوق ڈلا مسلمانوں کو لڑائی کا، اگر ہوں تم میں بیش شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب
 ہوں دوسوپر، اور اگر ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کا فروں پر، اس واسطے کو وہ
 لوگ سمجھنہیں رکھتے، اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے، سو
 اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دوسوپر، اور اگر ہوں تم میں
 ہزار تو غالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے، اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے۔“

معارف و مسائل

سورہ انفال کی مذکورہ چار آیتوں میں سے پہلی آیت میں مسلمانوں کی فتح و کامیابی کے اصلی سبب اور اس کے حصول کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں رسول کریم ﷺ کو یہ خطاب کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے اپنی خاص مدد سے اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ کی تائید اور نصرت فرمائی ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت سے کسی کی امداد و نصرت ظاہر ہے کہ صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ یہ جماعت باہم متفق اور متحدو ہو۔ اور بعد ر اتفاق و اتحاد ہی اس کی قوت اور وزن ہوتا ہے۔ باہمی اتحاد و یگانگت کے رشتے قوی ہیں تو پوری جماعت قوی ہے اور اگر یہ رشتے ڈھیلے ہیں تو پوری جماعت ڈھیلی اور کمزور ہے۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے اس خاص انعام کا ذکر فرمایا جو آنحضرت ﷺ کی تائید و نصرت کے لیے عام مسلمانوں پر ہوا کہ ان کے دلوں میں مکمل وحدت و الفت پیدا کر دی گئی۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پہلے ان کے دو قبیلوں اوس و خزرج کے آپ میں شدید جنگیں لڑی جا چکی تھیں اور جھگڑے چلتے رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان جانی و شمنوں کو باہم شیر و شکر بھائی بھائی بنادیا۔ مدینہ میں قائم ہونے والی نئی اسلامی ریاست کے قیام و بقاء اور نہ دشمنوں پر غالب آنے کا حقیقی اور معنوی سبب تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تھی اور ظاہری سبب مسلمانوں کی آپس میں مکمل الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد تھا۔

اسی کے ساتھ اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا کہ مختلف لوگوں کے دلوں کو جوڑ کر ان میں الفت و محبت پیدا کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں صرف اس ذات کا کام ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی انسان ساری دنیا کی دولت بھی اس کام کے لیے خرچ کر ڈالے کہ باہم منافر رکھنے والے لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا کر دے تو وہ بھی اس پر قابو نہیں پاسکتا۔

مسلمانوں کا آپس میں حقیقی اور پائیدار اتفاق اللہ کی اطاعت گزاری پر موقوف ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کے قلوب میں باہمی الفت و محبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ اس کے انعام کو حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ حصول انعام کے لیے اس کی اطاعت و رضا جوئی شرط ہے۔

جماعتوں اور افراد کے درمیان وحدت و اتفاق ایک ایسی چیز ہے جس کے محمود اور مفید ہونے سے کسی نہ بہ ولت اور کسی فکر و نظر والے کو اختلاف نہیں ہو سکتا اور اسی لیے ہر شخص جو لوگوں کی اصلاح کی فکر کرتا ہے وہ ان کو آپس میں متفق کرنے پر زور دیتا ہے لیکن عام دنیا اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ دلوں کا پورا اور پائیہ اراتفاق ظاہری تدبیروں سے حاصل نہیں ہوتا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا جوئی سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی طرف کئی آیتوں میں اشارے فرمائے ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے: وَ اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَ لَا تَعْفَرُوْفَا۔ اس میں اختلاف و تفرقہ سے بچنے کی یہ تدبیر بتائی گئی ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی یعنی قرآن یا شریعت اسلام کو مضبوط تحام لیں تو سب آپس میں خود مخوذ متفق ہو جائیں گے اور باہمی تفرقے اور جھگڑے کا سبب کبھی نہیں بنتا۔ جھگڑا افساد جبھی ہوتا ہے جب کہ حدود شریعت سے تجاوز کیا جائے۔ آج اتفاق اتفاق تو سب پکارتے ہیں مگر اتفاق کے معنی ہر شخص کے نزد یہکہ یہ ہوتے ہیں کہ لوگ میری بات مان لیں تو اتفاق ہو جائے۔ اور دوسرے بھی اتفاق کے لیے اسی فکر میں ہوتے ہیں کہ وہ ہماری بات مان لیں تو اتفاق ہو جائے۔ حالانکہ جب راویوں کا اختلاف اہل عقل و دیانت میں ناگزیر اور ضروری ہے تو یہ ظاہر ہے کہ اگر ہر شخص دوسرے کے ساتھ متفق ہونے کو اس پر موقوف رکھے کہ دوسرا اس کی بات مان لے تو قیامت تک آپس میں اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اتفاق کی صحیح اور فطری صورت وہی ہے جو قرآن نے بتائی کہ دونوں مل کر کسی تیسرے کی بات کو تسلیم کر لیں اور تیساروہی ہو ناچاہئے جس کے فضیلے میں غلطی کا امکان نہ ہو۔ وہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے اس لیے آیت مذکورہ میں اس کی ہدایت فرمائی گئی کہ سب مل کر اللہ کی کتاب کو مضبوط تحام لو تو آپس کے جھگڑے ختم ہو کر اتفاق کا مل پیدا ہو جائے گا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے اَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنَ وَدًا۔ یعنی جو لوگ ایمان لا سکیں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں محبت و مودت پیدا فرمادیتے ہیں۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ دلوں میں حقیقی محبت و مودت پیدا ہونے کا اصلی طریق ایمان اور عمل صالح کی پابندی ہے۔ اس کے بغیر اگر کہیں کوئی اتفاق و اتحاد مصنوعی طور پر قائم کر بھی لیا جائے تو وہ محض بے بنیاد اور کمزور ہو گا ذرا سی ٹھیس میں ختم ہو جائے گا۔ جس کامشاہدہ تمام اقوام دنیا کے حالات و تجربات سے ہوتا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں رسول کریم ﷺ پر حق تعالیٰ کے اس انعام کی وضاحت کی گئی ہے جو مدینہ کے تمام قبائل کے دلوں میں الافت پیدا کر کے رسول کریم ﷺ کی امداد و نصرت کے لیے ان کو ایک آہنی دیوار

کی طرح بنا کر کیا گیا ہے۔

دوسری آیت میں بھی یہی مضمون خلاصہ کے طور پر بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کے لیے حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور ظاہر کے اعتبار سے مؤمنین کی جماعت کافی ہے۔ آپ کسی بڑے سے بڑے شمن کی تعداد اور سامان سے خوف زدہ نہ ہوں۔ حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی، تاکہ قلیل التعداد، بے سامان مسلمان اپنے مقابل کی بھاری تعداد اور بھاری سامان سے مروع نہ ہو جائیں۔

تیسرا اور چوتھی آیت میں مسلمانوں کے لیے ایک جنگی قانون کا ذکر ہے کہ ان کو کس حد تک اپنے حریف کے مقابلہ پر جمنا فرض اور اس سے ہٹانا گناہ ہے۔ پچھلی آیات اور واقعات میں اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد غیر مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس لیے ان کا معاملہ عام اقوام دنیا کا سامعاملہ نہیں، یہ تھوڑے بھی بہت سوں پر غالب آسکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کُمْ مِنْ فَتَّةٍ قَلِيلَةٌ غَلَبَتْ فِتَّهُ كَثِيرَةٌ يَادُنَ اللَّهِ (یعنی بہت سی قلیل التعداد جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کثرت والے مقابل پر غالب آ جاتی ہیں۔)

اس لیے اسلام کے سب سے پہلے جہاد غزوہ بدر میں دس مسلمانوں کو سو آدمیوں کے برابر قرار دے کر یہ حکم دیا گیا کہ:

اگر تم میں میں آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو شمنوں پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم سو ہو گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آ جاؤ گے۔

عنوان تعبیر اس میں ایک خبر کا رکھا گیا ہے کہ سو مسلمان ایک ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے مگر مقصد یہ حکم دینا ہے کہ سو مسلمانوں کو ایک ہزار کفار کے مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں۔ عنوان خبر کا رکھنے میں مصلحت یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل اس خوشخبری سے مضبوط ہو جائیں کہ اللہ کا وعدہ ہماری حفاظت اور غلبہ کا ہے۔ اگر حکم کو بصیغہ امر قانون کی صورت میں پیش کیا جاتا تو فطری طور پر وہ بھاری معلوم ہوتا۔

غزوہ بدر پہلے پہل کی جنگ ایسی حالت میں تھی جب کہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد ہی بہت کم تھی اور وہ بھی سب کے سب محاذا جنگ پر گئے نہ تھے بلکہ فوری طور پر جو لوگ تیار ہو سکے وہی اس جنگ کی فوج بنے۔ اس لیے اس جہاد میں سو مسلمانوں کو ایک ہزار کافروں کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا اور ایسے انداز میں دیا کہ فتح و

نصرت کا وعدہ ساتھ تھا۔

چوتھی آیت میں اس حکم کو آئندہ کے لیے منسون کر کے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ اب اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو اگر تم میں کے سوآدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آ جائیں گے۔

یہاں بھی مقصد یہ ہے کہ سو مسلمانوں کو دوسرا فروں کے مقابلے سے گریز کرنا جائز نہیں۔ پہلی آیت میں ایک مسلمان کو دوں کے مقابلے سے گریز منوع قرار دیا تھا۔ اس آیت میں ایک کو دو کے مقابلے سے گریز منوع رہ گیا۔ اور یہی آخری حکم ہے جو ہمیشہ کے لیے جاری اور باقی ہے۔

یہاں بھی حکم کو حکم کے عنوان سے نہیں، بلکہ خبر اور خوشخبری کے انداز سے بیان فرمایا گیا ہے۔ جس میں اشارہ ہے کہ ایک مسلمان کو دو کافروں کے مقابلے پر جنم کا حکم معاذ اللہ کوئی بے انصافی یا تشدید نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان میں اس کے ایمان کی وجہ سے وہ قوت رکھ دی ہے کہ ان میں کا ایک دو کے برابر ہتا ہے۔ مگر دونوں جگہ اس فتح و نصرت کی خوشخبری کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ یہ مسلمان ثابت قدم رہنے والے ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ قتل و قتل کے میدان میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر ثابت قدم رہنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جس کا ایمان کامل ہو۔ کیونکہ ایمان کامل انسان کو شوق شہادت کا جذبہ عطا کرتا ہے اور یہ جذبہ اُس کی طاقت کو بہت کچھ بڑھا دیتا ہے۔

آخر آیت میں عام قانون کی صورت سے بتا دیا انَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ یعنی اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کا ساتھی ہے۔ اس میں میدان جگہ میں ثابت قدم رہنے والے بھی شامل ہیں اور عام احکام شرعیہ کی پابندی پر ثابت قدم رہنے والے حضرات بھی۔ ان سب کے لیے معیت اللہ یہ کا وعدہ ہے اور یہ معیت ہی ان کی فتح و ظفر کا اصلی راز ہے۔ کیونکہ جس کو قادرِ مطلق کی معیت نصیب ہو گئی اُس کو ساری دنیا مل کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی۔



دریں حدیث
مولانا محمد منظور عجمانی

دعوت الی الخیر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام اسی لیے بھیج جاتے تھے کہ اس کے بندوں کو نیکی اور بھلائی کی دعوت دیں۔ پسندیدہ اعمال و اخلاق اور ہر طرح کے اعمال خیر کی طرف ان کی رہنمائی کریں۔ ان کو ہر نوع کی برائیوں سے روکنے اور بچانے کی کوشش کریں، تاکہ وہ دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت اور رضا کے مستحق ہوں اور اس کے غضب و عذاب سے محفوظ رہیں۔۔۔ اسی کا جامع عنوان ”دعوت الی الخیر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ ہے۔

جب خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تو قیامت تک کے لیے اس پغمبرانہ کام کی پوری ذمہ داری آپ کی امت کے سپرد کردی گئی۔۔۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

ترجمہ: لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو، جو (لوگوں کو) خیر اور بھلائی کی دعوت دے، معروف (اچھی باتوں) کا حکم کرے اور ہر طرح کی برائیوں سے روکے اور وہی بندے فلاح یا ب ہوں گے (جو یہ فریضہ ادا کریں گے)۔ (آل عمران، آیت: ۱۰۳)

پھر چند ہی آیتوں کے بعد اسی سورت میں فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: اے پیر وان محمد! تم (تمام امتوں میں سے) وہ بہترین امت ہو، جو لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لیے ظہور میں لائی گئی ہے۔ تمہارا کام (اور تمہاری ذمہ داری) یہ ہے کہ نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو (اور ایمان والی

زندگی گزارتے ہو۔) (آل عمران، آیت: ۱۱۰)

بہر حال سلسلہ نبوت ختم ہو جانے کے بعد اس پیغمبرانہ کام کی پوری ذمہ داری ہمیشہ کے لیے امت محمدیہ پر عائد کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں وضاحت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے جو امتی اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کریں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے کیسے عظیم انعامات کے مستحق ہوں گے۔ جو اس میں کوتا ہی کریں گے، وہ اپنی جانوں پر کتنا بڑا ظلم کریں گے ان کا انعام اور حشر کیا ہو گا۔۔۔؟ اس تمهید کے بعد اس سلسلے کی مندرجہ ذیل حدیثیں پڑھی جائیں۔

ہدایت و ارشاد اور دعوت الی الخیر کا اجر و ثواب

ترجمہ: حضرت ابو مسعود الانصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نیک کام کی طرف (کسی بندے کی) رہنمائی کی تو اس کو اس نیک کام کے کرنے والے بندے کے اجر کے برابر ہی اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم)

تفسیر: اس حدیث کا مطلب وہ اس مثال سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز کا عادی نہیں تھا۔ آپ کی دعوت و ترغیب اور رحمت کے نتیجے میں وہ پابندی سے نماز پڑھنے لگا۔ وہ قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر اللہ سے غافل تھا۔ آپ کی دعوت اور کوشش کے نتیجے میں وہ روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگا۔ ذکر و تبیح کا بھی عادی ہو گیا۔ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ آپ کی مخلصانہ دعوت و تبلیغ کے اثر سے وہ زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگا۔ اسی طرح اور بھی اعمال صالحہ کا پابند ہو گیا۔۔۔ تو اس کو عمر بھر کی نمازوں، ذکر و تلاوت، زکوٰۃ و صدقات اور دیگر اعمال صالحہ کا جتنا اجر و ثواب آخرت میں ملے گا، (اس حدیث کی بشارت کے مطابق) اللہ تعالیٰ اتنا ہی اجر و ثواب ابطور انعام اپنے لامحدود خزانۃ کرم سے اس بندے کو بھی عطا فرمائے گا، جس کی دعوت و تبلیغ نے اس کو ان اعمالی صالحہ پر آمادہ کیا اور عادی بنایا۔۔۔ واقعہ یہ ہے کہ اس راستے سے جتنا اجر و ثواب اور آخرت میں جو درجہ حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ کسی دوسرے راستے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ بزرگانِ دین کی اصطلاح میں یہ ”طریق نبوت“ کا سلوک ہے، بشرط یہ کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس

بندے نے کسی نیکی کے راستے کی طرف (لوگوں کو) دعوت دی تو اس داعی کو ان سب لوگوں کے اجروں کے برابر اجر ملے گا۔ جو اس کی بات مان کر نیکی کے اس راستے پر چلیں گے اور عمل کریں گے اور اس کی وجہ سے اُن عمل کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہو گی۔۔۔ (اور اسی طرح) جس نے (لوگوں کو) کسی گمراہی (اور بعد عملی) کی دعوت دی تو اس داعی کو ان سب لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہو گا، جو اس کی دعوت پر اس گمراہی اور بعد عملی کے مرتكب ہوں گے اور اس کی وجہ سے ان لوگوں کے گناہوں میں (اور ان کے عذاب میں) کوئی کمی نہ ہو گی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث میں داعیانِ حق و ہدایت کو بشارت سنانے کے ساتھ داعیانِ ضلالت کی بدانجامی بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن خوش نصیبوں کو دعوت الی الخیر اور ارشاد و ہدایت کی توفیق ملتی ہے، وہ رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مشن کے خادم اور ان کے لشکر کے سپاہی ہیں۔ جن کی بدجنتی نے ان کو گمراہی اور بعد عملی کا داعی بنادیا ہے، وہ شیطان کے ایجنسٹ اور اس کے لشکری ہیں۔ ان دونوں کا انجام وہ ہے، جو اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر اور تمہارے ذریعے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے، تمہارے لیے اس ساری کائنات سے بہتر ہے، جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ (بیہقی کیر للطبرانی)

تشریح: ظاہر ہے کہ اس دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے، جس پر آفتاب طلوع اور غروب نہ ہوتا ہو۔ اس لیے حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے حق میں اس سے بہتر اور زیادہ نفع بخش ہے کہ مشرق سے مغرب تک کی ساری دنیا تم کوں جائے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان حفاظت کا یقین نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

• • •

مولانا زاہد الرشیدی

دینی و عصری تعلیم کی تقسیم کا ذمہ دار کون؟

بعد الحمد والصلوة! آج دینی مدارس اور کالجوں کے نصاب و نظام کو یکساں بنانے کی بات کی جا رہی ہے اور تقاضہ کیا جا رہا ہے کہ دینی و عصری تعلیم کو یک جا کر کے ایک ہی نصاب و نظام ملک میں رائج کیا جائے، یہ ایک اچھی بات ہے مگر اس سے قبل اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ دونوں تعلیمی نصاب الگ کیوں ہوئے تھے اور ان کو اکٹھا کرنے میں رکاوٹ کون ہے؟ میں اس سوال کو چار حصوں میں تقسیم کروں گا۔ [۱]

ان دونوں تعلیمی نصابوں کو الگ الگ کس نے کیا تھا؟ [۲] سب سے پہلے اس تقسیم کے خلاف آواز کس نے بلند کی تھی؟ [۳] اسے ختم کرنا کس کی ذمہ داری تھی؟ اور [۴] آج اس کو ختم کرنے میں کون رکاوٹ ہے؟ یہ بات درست ہے اور ایک زندہ حقیقت کے طور پر ہمارے سامنے موجود ہے کہ آج دینی مدارس میں پڑھایا جانے والا نصاب تعلیم کالجوں اور سکولوں کے نصاب سے مختلف ہے، سکول و کالج میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ مدرسہ میں نہیں پڑھایا جاتا اور مدرسہ میں جن مضامین کی تعلیم ہوتی ہے ان کی سکول و کالج میں تعلیم نہیں ہوتی مگر یہ ہمیشہ سے نہیں ہے، پہلے یہ دونوں اکٹھے تھے جنہیں تقسیم کر دیا گیا، آئیے ایک نظر دیکھ لیں کہ یہ تقسیم کب ہوئی اور کس نے کی؟ دینی مدارس میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اسے درس نظامی کہا جاتا ہے اور یہ اونگزیب عالمگیر کے دور میں ملاظط الدین سہالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترتیب دیا تھا۔ سہال لکھنو کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں ملاقطب الدین کا علمی و دینی خاندان آباد تھا اور وہ تعلیمی و دینی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے، ایک گروہ کے ساتھ ان کا جھگڑا ہو گیا جو طاقت و روحانیوں نے ملاقطب الدین کو

شہید کر کے ان کے خاندان کو علاقہ سے نکال دیا اور ان کے مکانات جلا کر زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ ملاقطب الدین شہید کے بیٹے ملاظام الدین اپنے خاندان کو لے کر لکھنو شہر میں آگئے اور اس وقت کے باڈشاہ سلطان اور نگزیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک یورپی تاجر کی خالی کردہ غیر آباد کوٹھی ”فرنگی محل“، عطا کر دی کہ وہ اس میں ٹھکانہ کریں اور اپنا تعلیمی نظام چلا سکیں، انہوں نے وہاں پناہ لی اور تعلیمی نظام قائم کیا جواب تک ”فرنگی محل“ کے نام سے آباد ہے، ملاظام الدین سہالوی نے اپنے پہلے سے چلنے والے نصاب تعلیم کو از سر نو مرتب کیا جوان کے نام سے موسم ہو کر ”درس نظامی“ کہلا لیا اور وہ ڈیڑھ صدی سے زائد عرصہ تک اس خطہ کے اکثر مدارس میں یہی نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ اس نصاب میں قرآن و حدیث، فقہ و شریعت اور فارسی و عربی زبان کے وہ تمام مضامین شامل تھے جو آج دینی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ حساب، ہندسه، ہیئت، طب، تاریخ، جغرافیہ، وضع آلات، فلکیات، فلسفہ، منطق اور دیگر علوم بھی شامل نصاب تھے، جو آج انجینئرنگ، ریاضی، میڈیاکل، سائنس اور دیگر علوم انسانیات کے ساتھ عصری علوم کہلاتے ہیں اور سکول و کالج کے نصاب کا حصہ ہیں، یہ دونوں علوم ایک ہی چھت کے نیچے ایک چار دیواری کے اندر، ایک تپائی اور انہی اساتذہ کے ذریعہ پڑھائے جاتے تھے جو قرآن و حدیث جیسے دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۸۵۷ء تک جاری رہا اور جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہماری پسپائی کے بعد انگریزوں نے براہ راست اقتدار پر قبضہ کر لیا اور سارا نظام ختم کر کے نیا نظام رائج کیا تو نئے تعلیمی نصاب سے عربی، فارسی، قرآن کریم، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی مضامین کو خارج کر دیا اور ان علوم کو معاشرے میں باقی رکھنے کیلئے ہمارے بزرگوں نے تعلیم کا یہ پرانیویٹ نظام تشکیل دیا جو آج ہزاروں دینی مدارس کی صورت میں کام کر رہا ہے۔ اس لئے پہلی بات یہ سمجھنے کی ہے کہ دینی و عصری علوم کی یہ تقسیم ہم نے نہیں کی بلکہ یہ ہم پر مسلط کی گئی ہے اور بلا وجہ ہمارے کھاتے میں ڈال دی گئی ہے، بات صرف اتنی ہے کہ ہمارے بزرگوں نے صحیح طور پر یہ سوچا کہ اگر قرآن و حدیث، فقہ و شریعت اور عربی علوم کی تعلیم کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا تو دوسرا تیسری نسل میں یہ باقی نہیں رہیں گے، اس لئے ان علوم کی تعلیم و تدریس کو باقی رکھنے کیلئے دینی مدارس قائم کئے گئے جو کسی قسم کی سرکاری امداد یا مداخلت کو قبول کئے بغیر آزادانہ طور پر گزشتہ ڈیڑھ صدی سے ان علوم کی تعلیم کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور کم و بیش ایک صدی تک ان مدارس کا مجموعی ماحول یہ رہا ہے کہ مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر اور محلہ سے ماگ کر لائی جانے والی روٹیاں کھا کر ہزاروں علماء و طلبہ نے

اس نظام کو چلا یا ہے۔ یہ بلڈنگیں اور سہولتیں تواب نصف پون صدی سے مل رہی ہیں، اس سے قبل چند بڑے مدارس کو چھوڑ کر تمام دینی مدرسے مسجد کی صفووں اور محلہ کی روٹیوں پر ہی قائم تھا، میں نے اپنے بچپن میں یہ ماحول دیکھا ہے بلکہ خود بھی کئی سال تک محلہ کی روٹیاں مانگی ہیں، چنانچہ پہلی بات یہ عرض کروں گا کہ یہ تقسیم ہم نہیں کی بلکہ ہم پر مسلط کی گئی ہے، جب تک تعلیمی نظام ہمارے ہاتھ میں تھا ہم دونوں شعبوں کے علوم اکٹھے پڑھاتے تھے اور جب دینی علوم کو ریاستی نظام سے نکال دیا گیا تو نصاب سے فارغ کیے جانے والے علوم کو معاشرہ میں باقی رکھنے کیلئے ہم متھر ک ہوئے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس میں سرخور ہے، یہ محض پروپیگنڈے کا کرتشمہ ہے کہ دینی علوم اور عصری علوم میں تقسیم کو ہمارے کھاتے میں ڈالا جا رہا ہے اور ہمارے ساتھ اس کہاوت والا معاملہ ہو رہا ہے کہ کسی جنگل کے کنارے پر ایک زمیندار کا ڈیرہ تھا، وہ رات کو جو دودھ ایک بڑے برتن میں سنبھالتے اسے جنگل سے کوئی بندرا آ کر پی جاتا اور تھوڑا سا دودھ قریب بندھے ہوئے کٹے کے منہ پر مل دیتا جس پر اس غریب کی روزانہ پٹائی ہوتی کہ رات کو سارا دودھ یہ پی گیا ہے، ایک روز زمیندار نے خود یہ منظر دیکھ لیا کہ آدمی رات کے بعد بندرا جنگل سے اتر اور دودھ پینے کے بعد ملائی کٹے کے منہ پر مل کر جنگل میں غائب ہو گیا، اس کے بعد اس کٹے کی جان چھوٹی مگر ہماری جان اب تک نہیں چھوٹ رہی، تعلیمی نظام و نصاب کو تقسیم کرنے والا بندرا اپنا کام کر کے کب کا جا چکا ہے جبکہ ہماری اب بھی پٹائی جاری ہے اور ہمیں اس تقسیم کا ذمہ دار ٹھہر اکر کر دارکشی کا سلسہ بدستور جل رہا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دینی و عصری علوم کی اس تقسیم کے نتھانات کا اندازہ کر کے اس کو ختم کرنے کی بات سب سے پہلے کس نے کی ہے؟ تو اس کیلئے میں آپ کو ایک صدی پیچے لے جانا چاہوں گا جب دارالعلوم دیوبند کے حلقة کے سربراہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے تحریک آزادی میں مالٹا کی اسارت کے بعد واپس آ کر دونوں تعلیمیوں کو اکٹھا کرنے کی بات کی اور خود علی گڑھ جا کر اس کی آواز لگائی جس کے نتیجے میں نہ صرف مسلم نیشنل یونیورسٹی قائم ہوئی جو پھر جامعہ ملیہ کے نام سے کام کرتی آ رہی ہے بلکہ دیوبند اور علی گڑھ کے تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل قومی لیڈر شپ سامنے آئی جس میں مولانا محمد علی جو ہرؒ، مولانا سید حسین احمد مدینیؒ، مولانا شوکت علیؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، حکیم محمد اجمل خانؒ، مولانا عبد اللہ سندهؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی کفایت دہلویؒ جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں۔ اس کے ساتھ مولانا سید حسین احمد مدینیؒ کا تیار کردہ وہ اٹھارہ سالہ تعلیمی نصاب بھی تاریخ کا حصہ ہے جس کو انہوں نے آسام میں یونیورسٹی قائم کرنے کیلئے ترتیب

دیا تھا اور جس میں دینی مدارس اور سکولوں کا الجھوں میں پڑھائے جانے والے الگ الگ تعلیمی نصابوں کو بیجا کر کے مشترکہ تعلیمی نصاب قوم کے سامنے رکھا تھا مگر انہیں حالات کے تقاضے پر آسام چھوڑ کر دیوبند آنا پڑا اور پھر وہ یونیورسٹی وجود میں نہ آسکی جس کیلئے انہوں نے وہ نصاب تیار کیا تھا، البتہ وہ نصاب شائع شدہ صورت میں آج بھی موجود و محفوظ ہے، چنانچہ یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ دینی و عصری علوم کی تقسیم کے معاشرتی نصانات کو دیکھ کر اسے ختم کرنے اور مشترکہ تعلیمی نصاب و نظام رائج کرنے کی تحریک بھی علماء کرام کی طرف سے ہی سامنے آئی۔ تیرساوں یہ ہے کہ اس تقسیم کو ختم کرنے کی ذمہ داری کس پر تھی؟ ظاہر بات ہے کہ انگریزوں نے تو خود یہ تقسیم کی تھی اور ان کے دور میں اسے ختم کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، البتہ جب ملک آزاد ہوا اور پاکستان کے نام سے مسلمانوں کی الگ ریاست قائم ہو گئی تو یہ ذمہ داری پاکستان کے ریاستی نظام تعلیم کی تھی کہ وہ اس تقسیم کو ختم کر کے دونوں نصابوں کو اکٹھا کرتا اور مشترکہ نصاب تعلیم کا اہتمام کرتا اور یہ اس حوالہ سے بھی اس کی ذمہ داری تھی کہ پاکستان اسلام کے نام پر اور اسلامی احکام و قوانین کی عملداری کے نام سے وجود میں آیا تھا اور اس ملک میں اسلامی احکام و قوانین کے نفاذ اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے تحفظ و فروغ کے لئے انتظام اور عدالتی ماحول فراہم کرنا اور افسران اور ججوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دینا ریاستی نظام تعلیم کے ذمہ تھا مگر ستر سال گزر جانے کے باوجود ریاستی نظام تعلیم اس ذمہ داری کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے اور عجیب سی صورت حال ہے کہ ملک کا دستور کہتا ہے کہ قرآن و سنت کے احکام و قوانین کو ملک میں نافذ کرنا اور اسلامی معاشرتی ماحول قائم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے مگر حکومتی سطح پر عدلیہ اور انتظامیہ کے کسی شعبہ میں قرآن و سنت کی تعلیم کا کوئی ماحول اور انتظام موجود نہیں ہے حتیٰ کہ قرآن کریم کی صرف ناظرہ تعلیم کی ذمہ داری قبول کرنے سے بھی ہمارا ریاستی نظام تعلیم اب تک گریزاں ہے جبکہ یہی بات پاکستان میں اسلامی احکام کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ملک میں قانونی نظام اور انتظامی ماحول کو قیام پاکستان کے مقاصد کے مطابق ڈھانے کیلئے جہاں سول سوں کے افسران اور ملازمین کو قرآن و سنت اور فقه و عربی کی تعلیم دینا ضروری ہے وہاں عدلیہ میں اسلام کے مطابق فصلے کرنے کرنے کیلئے قانونی تعلیم کے نصاب میں اسلام کے عدالتی نصاب کو شامل کرنا بھی اس کا ناگزیر تقاضہ ہے، مگر ریاست کی تعلیم کا حال یہ ہے کہ وفاقی مختصہ اعلیٰ کے واضح حکم اور منتخب اسمبلیوں کے فیصلوں کے باوجود ابھی تک دینی تعلیم کا بالکل ابتدائی یوں یعنی ناظرہ قرآن کریم نصاب میں شامل نہیں کیا جا

رہا۔ چوڑھا سوال اس حوالہ سے یہ ہے کہ اب اس میں کون رکاوٹ ہے؟ تو آج کے زمینی حقائق یہ ہیں کہ مدارس تو میٹرک نتک کی ضروری عصری تعلیم کو اپنے نظام و نصاب کا حصہ بنانے کے لئے ہیں مگر ریاستی تعلیم دینی علوم کو نصاب کا حصہ نہیں بنانے ہی مگر نصاب کو یکساں کرنے کا سارا ازور دینی مدارس پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث، فقہ اسلامی اور عربی زبان کی تعلیم دینے کیلئے دینی مدارس کو اس نظام کا حصہ بننے پر مجبور کیا جا رہا ہے جس میں ان میں سے کوئی مضمون نصاب کا باضابطہ حصہ نہیں ہے، اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ جن دینی علوم و مذاہیں کی تعلیم دینی مدارس نے باقی رکھی ہوئی ہے وہ بھی نصاب سے خارج ہو جائیں اور وہ ایجنسیاں مکمل ہو جائے جسے برطانوی حکومت نے ۱۸۵۷ء کے بعد تعلیمی حوالہ سے نافذ کیا تھا گویا وہ تعلیمی ایجنسیاں برطانوی حکومت اپنے دور میں پورا نہیں کر سکی تھی اسے اب ایک اسلامی ریاست میں مسلمان حکومت کے ذریعہ مکمل کرالیا جائے۔ ہمارے یہ مہریان سکول و کالج اور دینی مدارس کے نصاب کو یکساں بنانے کیلئے جو کچھ کہہ رہے ہے تھے وہی عملًا کر رہے ہیں اسے دیکھ کر مجھے وہ لطیفہ یاد آ رہا ہے کہ ایک ریسٹورنٹ کے میں گیٹ پر تختی لگی ہوئی تھی کہ یہاں گھوڑے اور خرگوش کا گوشت مکس پکایا جاتا ہے اور شوپین لوگ وہاں آ کر یہ شوق پورا کر لیا کرتے تھے، ایک دن کسی گاہک نے کاؤنٹر پر پوچھ لیا کہ گھوڑے اور خرگوش کا گوشت کس حساب سے مکس کیا جاتا ہے؟ تو جواب ملا کہ بالکل برابر ہوتا ہے کہ ہم ایک گھوڑے اور ایک خرگوش کا گوشت ملا کر پکاتے ہیں۔ اور اب موجودہ حکومت کی طرف سے دونوں نصابوں کو یکساں کرنے کی مہم میں یہ بات ایک نئی سامنے آئی ہے کہ وفاقی وزیر تعلیم کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ پرانی بیٹھ سکولوں کا وسیع تر نیت ورک یعنی وہ تعلیمی نظام جو اولیول۔ اے لیول کے نائٹل کے ساتھ مغربی نظام تعلیم کو یہاں فروغ دینے میں مصروف ہے وہ تعلیمی نصاب میں یکسانیت قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، یعنی قرآن و حدیث، فقہ اسلامی اور عربی زبان کی تعلیم کو اپنے نصاب و نظام میں شامل کرنے سے انکاری ہے۔ ان حقائق کی بنیاد پر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ دینی و عصری علوم کی تقسیم نہ ہم نے کی ہے اور نہ ہی ہم اس کو باقی رکھنا چاہتے ہیں بلکہ ہم دینی علوم کو صحیح مقام دینے کی صورت میں اسے سیکھا کرنے کے حق میں ہیں، ہمیں خواہ مخواہ مورد الزام ہٹھرا نے کی بجائے اصل عوامل کو تلاش کیا جائے اور انہیں دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ (ماہنامہ نصرۃ العلوم اپریل ۲۰۱۹ء ص ۷۱ تا ۷۲)

• • •

مفتی شعیب احمد

جامعہ دارالتسوی لاہور

استخارہ (حقیقت، اہمیت اور طریقہ کار)

دارالافتاء میں جہاں لوگ اپنی زندگی کے دیگر عملی مسائل مثلاً نماز، روزے، حج، زکوٰۃ خرید و فروخت اور دیگر جائز چیزوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ وہاں کچھ عرصے سے سید کیخنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ فون پر یہ کہتے ہیں: حضرت ہم نے استخارہ کروانا ہے، آپ کر دیتے ہیں؟ یا آپ کے پاس کوئی ایسا آدمی ہے جو ہمیں استخارہ کر کے دے سکے۔

پہلے تو سرسری سا سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ کیا ہے، استخارہ! اور آپ کر دیں..... یہ لوگوں کی طرف سے کیسا سوال ہے؟ لیکن چند دن پہلے ایک اخبار میں یہ اشتہار نظر سے گزارا۔ ”معروف روحاںی اسکالر سے استخارہ کروائیے“ تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ لوگوں کی طرف سے یہ طالبہ کیوں سامنے آتا ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ مختصرًا استخارہ کا مطلب، طریقہ کار اور اس کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ذکر کر دیا جائے۔

استخارہ کی حقیقت

لغت کے اعتبار سے استخارہ کا مطلب ہے، خیر طلب کرنا یعنی کسی سے اپنے لیے اچھی بات کا مطالبہ اور درخواست کرنا۔ چنانچہ المجد میں ہے:

استخاره استخاره طلب الخیر۔ و (استخار) اللہ طلب منه ان يختارله ما يوا فقه۔

(المجد: ص ۱)

ترجمہ: استخارے کا مطلب، اچھی چیز کو طلب کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے استخارے کا مطلب ہوگا، اللہ رب العزت سے درخواست کرنا کہ اے اللہ! میرے لیے جو چیز مناسب اور میرے حالات کے اعتبار سے موافق و بہتر ہے وہ طے کر دیجئے۔ شریعت میں بھی استخارہ کا مطلب یہی ہے جو اپنے مذکور ہوا ہے۔

استخارہ کیوں کیا جائے؟

انسان کو دنیا میں بے شمار معاملات سے واسطہ پڑتا ہے بعض موقع تو ایسے ہوتے ہیں جہاں آدمی خود ہی فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے کیا کرنا ہے اور کیوں کرنا ہے۔ مثلاً آپ کے سامنے دراستے ہیں دونوں راستے پر امن ہیں اور باقی ہر اعتبار سے برابر ہیں لیکن ان راستوں میں سے ایک راستہ طویل ہے اور دوسرا مختصر ہے، اب ظاہر ہے ایک عقل مند آدمی مختصر راستے کو ہی اختیار کرے گا۔ اور ایسا کرنے میں اسے کسی سے نہ مشورہ کی ضرورت ہے نہ سوچنے اور تردکرنے کی اس لیے وہاں تو استخارے کی ضرورت نہیں۔ زندگی کے بیش تر مسائل ایسے ہی ہیں جہاں تردندیں ہوتا ہے۔ بہت زیادہ سوچنا نہیں پڑتا۔ اس لیے وہاں تو استخارے کی ضرورت نہیں۔

لیکن زندگی میں کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جہاں دونوں طرف ترجیحات کے پہلو یکساں ہوتے ہیں دونوں طرف سے یہ اپیل ہوتی ہے کہ اسے کر لیا جائے۔ اور ذہن کبھی ایک طرف جاتا ہے تو کبھی دوسرا طرف۔ ایسے موقع پر انسان متذبذب ہو جاتا ہے اور عام طور سے اپنے قریبی اور مغلظ لوگوں سے مشورہ کرتا ہے کہ یار بتاؤ میں کیا کروں؟ کون سا کام کروں اور کون سا چھوڑ دوں۔ اس مشورے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے عزیز یادوست سے اپنے لیے بہتر پہلو کی طرف را ہنماں طلب کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ آپ یہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ مشورہ دینے والا کسی ایسے پہلو کی طرف رہنمائی کر دے جو میری نگاہ سے اچھا ہے اور میری اس تک رسائی نہیں ہو سکی۔ بعینہ یہی بات آپ اللہ رب العزت کے حضور دعا کی شکل میں کر سکتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بندوں سے جو آپ را ہنماں طلب کریں گے وہ مشورہ یا استشارہ ہوگا اور اللہ رب العزت سے جو را ہنماں طلب کریں گے وہ استخارہ کہلاتے گی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

ما خاب من استخار و ماند م من استشار۔ (کنز العمال: ۲۱۵۳۲)

ترجمہ: جو آدمی اپنے معاملات میں استخارہ کرتا ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا، اور جو شخص

اپنے کاموں میں مشورہ کرتا ہو وہ کبھی نا دم اور پیشمان نہیں ہوتا۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ استخارہ کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ آدمی کسی معاملے میں اللہ کے حضور دست دعا دراز کرتے ہوئے یہ درخواست کرتا ہے کہ یا اللہ میرے معاملے میں جو پہلو بہتر ہے

وہ مقدر فرمادے۔

استخارہ کی اہمیت

چونکہ اللہ رب العزت کا علم کامل ہے وہ ہر بات کے تمام پہلوؤں کو جانتے ہیں اور انہیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نقصان ہے۔ کون سی بات ہمارے لیے مناسب ہے اور کون سی نامناسب ہے اس لیے جو خیر اللہ سے طلب کی جائے گی وہ بندوں سے مشورہ کی نسبت زیادہ اہمیت کی حامل ہوگی۔ اس لیے شریعت نے استخارے کو بہت اہمیت دی ہے: ایک حدیث میں ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ سَعَادَةِ أَبْنَاءِ آدَمَ كَثُرَةُ
اسْتِخَارَةِ اللَّهِ وَرِضَاهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ تَعَالَى لَهُ وَمِنْ شَقَاوَةِ أَبْنَاءِ آدَمَ تَرَكَهُ اسْتِخَارَةُ اللَّهِ
وَسُخْطَهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ (ترمذی ۱۵۱۱)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقار رض کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم نے فرمایا آدمی کا اللہ سے کثرت سے استخارہ کرنا اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے فیصلہ فرمادیا ہے اس پر راضی رہنا اس کی سعادت اور نیک بخشی ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ ہونا اس کی بد بخشی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے اکثر معاملات میں استخارہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ اس کی سعادت ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم اس کی تعلیم کا اہتمام فرماتے تھے:

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَعْلَمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كَمَا يَعْلَمُنَا

السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ (بخاری حدیث نمبر ۱۱۶۲)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم کو اسی اہتمام سے استخارہ سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔

اسی طرح پچھے حدیث گزری ہے کہ استخارہ کرنے والا ناکام و نامرادنیں ہوتا۔ ان تمام احادیث سے اتنا انداز ہوتا ہے کہ استخارہ کی شریعت میں بہت اہمیت ہے۔

استخارہ کا مسنون طریقہ

”استخارہ“ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی دور کعٹ نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ (بشرطیکہ اس وقت نفل کے لیے منوع وقت نہ ہو) نیت یہ کرے کہ میرے سامنے دور استے ہیں، ان میں سے جور استے

میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں۔ نماز کے بعد استخارہ کی وہ مسنون دعا پڑھے جو حضور اقدس ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔

استخارہ کی دعا

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَفِدُرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَإِنَّكَ عَلَّامُ الْغَيْبِ إِنَّمَا كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرُ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةُ أَمْرِي فَاقْدِرْ زَهْ لِي وَيَسِّرْ ذَلِيلَ ثَمَّ بَارُكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرُ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةُ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَافْرِزْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ

ترجمہ: ”اے اللہ! میں آپ کے علم کا واسطہ دے کر آپ سے خیر طلب کرتا ہوں اور آپ کی قدرت کا واسطہ دے کر میں اچھائی پر قدرت طلب کرتا ہوں آپ غیب کو جانے والے ہیں۔ اے اللہ! آپ علم رکھتے ہیں، میں علم نہیں رکھتا۔ (یعنی یہ معاملہ میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں۔ اس کا علم آپ کو ہے مجھے نہیں۔) اور آپ قدرت رکھتے ہیں اور میرے اندر قدرت نہیں۔ یا اللہ! اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ معاملہ (اس موقع پر اس معاملہ کا تصور دل میں لائے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے) میرے حق میں بہتر ہے۔ میرے دین کے لیے بھی بہتر ہے، میری معاش اور دنیا کے اعتبار سے بھی بہتر ہے اور انجام کار کے اعتبار سے بھی بہتر ہے تو اس کو میرے لیے مقدر فرمادیجئے اور اس کو میرے لیے آسان فرمادیجئے اور اس میں میرے لیے برکت پیدا فرمادیجئے اور اگر آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ یہ معاملہ میرے حق میں برا ہے، میرے دین کے حق میں برا ہے یا میری دنیا اور معاش کے حق میں برا ہے یا میرے انجام کار کے اعتبار سے برا ہے تو اس کام کو مجھ سے پھیر دیجئے اور مجھے اس سے پھیر دیجئے، اور میرے لیے خیر مقدر فرمادیجئے جہاں بھی ہو۔ (یعنی اگر یہ معاملہ میرے لیے بہتر نہیں ہے تو اس کو تو چھوڑ دیجئے اور اس کے بد لے جو کام میرے لیے بہتر ہواں کو مقدر فرمادیجئے،) پھر مجھے اس پر راضی بھی کر دیجئے اور اس پر مطمئن بھی کر دیجئے۔ (بحوالہ: اصلاحی خطبات)

استخارہ کے بارے میں چند تنبیہات

استخارہ کا مسنون طریقہ صرف وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا ہے یعنی یہ کہ جب بھی کوئی اہم بات پیش آجائے اور فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہو تو دور کعت نفل پڑھے اور اس کے بعد مسنون دعا مانگ لے۔ اس کے علاوہ لوگوں میں استخارہ کی نسبت متعدد غلط فہمیاں پائی جائیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

استخارہ اور خواب

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ”استخارہ“ کرنے کا کوئی خاص طریقہ اور خاص عمل ہوتا ہے، اس کے بعد کوئی خواب نظر آتا ہے اور اس خواب کے اندر ہدایت دی جاتی ہے کہ فلاں کام کرو یا نہ کرو۔ خوب سمجھ لیں کہ حضور اقدس ﷺ سے ”استخارہ“ کا جو مسنون طریقہ ثابت ہے اس میں اس قسم کی کوئی بات موجود نہیں۔ اور خواب آنا کوئی ضروری نہیں کہ خواب میں کوئی بات ضرور بتائی جائے یا خواب میں کوئی اشارہ ضرور دیا جائے بغض مرتبہ خواب میں آ جاتا ہے اور بعض مرتبہ خواب میں نہیں آتا۔ (اصلاحی خطبات)

استخارے کے لیے کوئی وقت متعین نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ ہمیشہ رات کو عشا کے بعد سوتے وقت کرنا چاہئے احادیث نبویہ میں اس قسم کی کوئی قید نہیں۔ بلکہ جب بھی موقع ملے کر لینا چاہئے، اس سلسلے میں نہ رات کی کوئی قید ہے نہ دن کی نہ سونے کی شرط ہے نہ جانے کی چنانچہ جب بھی دل میں کسی کام کی بابت خیال آئے اور فیصلہ کرنے میں تردید ہو تو اسی وقت مذکورہ مسنون عمل کرے اور دعا مانگ۔

مختصر استخارہ کا تصور

اصل تو یہی ہے کہ استخارے کے مسنون طریقے پر عمل کیا جائے۔ اور اسی کی ترویج و ترغیب دی جائے کیونکہ جو اثرات و برکات سنت طریقے میں ہیں وہ دوسرے طریقوں میں ہو ہی نہیں سکتے، البتہ اگر آدمی کے پاس وقت نہ ہو تو ایسی صورت میں مختصر طریقے سے بھی استخارہ کی کسی حد تک گنجائش ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ساری عمر یہ عمل کرتے ہوئے دیکھا کہ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس

میں فوراً فیصلہ کرنا ہوتا کہ یہ دور استے ہیں، ان میں سے ایک راستے کو اختیار کرنا ہے تو آپ اس وقت چند لمحوں کے لیے آنکھ بند کر لیتے، اب جو شخص آپ کی عادت سے واقف نہیں اس کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ آنکھ بند کر کے کیا کام ہو رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ آنکھ بند کر کے ذرا سی دیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیتے کہ یا اللہ! میرے سامنے یہ کشمکش کی بات پیش آگئی ہے، میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا فیصلہ کروں، آپ میرے دل میں وہ بات ڈال دیجئے جو آپ کے نزدیک بہتر ہو۔ بس دل ہی دل میں یہ چھوٹا سا اور مختصر سا استخارہ ہو گیا۔ (اصلاحی خطبات)

مذکورہ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ استخارے کی حقیقت کو پیش نظر کھتے ہوئے اس کے لیے نہ نفل نماز کی لازمی شرط ہے اور نہ کوئی اور خاص قید جسے لازم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح استخارے کے لیے اگرچہ زیادہ بہتر دعا وہی ہے جو حدیث میں استخارے کے لیے آتی ہے اگر آدمی کے پاس وقت ہو تو اسی طرح کرنا چاہئے۔ لیکن بعض اوقات انسان کو اتنی جلدی میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ نماز کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ یا تو اس وجہ سے کہ آدمی کے پاس وقت نہیں ہوتا یا اس وجہ سے کہ وہ وقت نماز پڑھنے کا نہیں ہوتا۔ ایسے موقع پر خود حدیث میں ہی ایک دوا و مختصر دعا وہ کا ذکر بھی ملتا ہے: جو یہ ہے:

اللَّهُمَّ خُذْ لِي وَاحْتَرِ لِي۔ (ترمذی)

اے اللہ! میرے لیے پسند فرمادیجئے کہ مجھے کون سا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

دوسری دعا یہ ہے:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي۔ (صحیح مسلم: ۲۷۲۵)

”اے اللہ! میری صحیح راہنمائی فرمائیے اور مجھے سیدھے راستے پر رکھئے۔“

کیا عربی میں دعا مانگنا ضروری ہے؟

اسی طرح یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ استخارہ کے لیے اگرچہ بہتر تو یہی ہے کہ عربی میں معین دعا مانگی جائے کیونکہ وہی سنت ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اردو میں یا اپنی کسی بھی زبان میں بھی دعا مانگ سکتے ہیں۔ بلکہ زبان سے الفاظ نہ بھی تو بھی استخارہ ہو جائے گا چنانچہ حضرت مولانا نقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

”اگر عربی میں دعا یاد نہ آئے تو اردو ہی میں دعا کرو کہ یا اللہ! مجھے یہ کشمکش پیش آ گئی ہے آپ مجھے صحیح راستہ دکھا دیجئے۔ اگر زبان سے نہ کہہ سکو تو دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ یا اللہ یہ مشکل اور پریشانی پیش آگئی ہے۔ آپ صحیح راستہ دل میں ڈال

دیجئے۔ (اصلی خطبات)

استخارہ اور مشورہ

استخارہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اللہ رب العزت سے خیر طلب کرنے کا نام ہے جو کہ دعا ہی کی ایک شکل ہے۔ لیکن جیسے عام دعاؤں میں ہم دعا کرنے کے باوجود دنیاوی اسباب سے صرف نظر نہیں کرتے اور انہیں کام میں لاتے ہیں ایسے ہی استخارہ کرنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اسباب کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی کام پیش آگیا ہے تو استخارہ بھی کریں اس کے ساتھ ساتھ اس کام سے متعلق اچھی رائے رکھنے والے اور مخلص لوگوں سے مشورہ بھی کریں۔ ہو سکتا ہے اللہ مشورے ہی کی برکت سے آپ کے دل میں خیر ڈال دیں اور پھر اس کام کو آپ کے لیے خیر بنا دیں۔ اسی وجہ سے حدیث میں جہاں استخارے کا ذکر ہے وہاں بندوں سے مشورہ کرنے کی بھی اہمیت بتلائی گئی ہے..... فرمایا:

مَاخَابَ مِنْ اسْتَخَارَ وَمَا نَدَمَ مِنْ اسْتَشَارَ۔ (کنز العمال: ۲۱۵۳۲)

”استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہوتا اور مشورہ کرنے والا پیمان نہیں ہوتا“

استخارے کا نتیجہ کیا ہوگا

استخارہ کرنے کے بعد عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ذہن مکمل طور سے ایک طرف لگ جاتا ہے۔ لیکن ایسا کوئی ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسی کیفیت حاصل ہو جائے اور ہو سکتا ہے نہ بھی ہو، اصل بات استخارہ کا عمل کر لیا ہے، دعا مانگ لی ہے، تو استخارہ ہو گیا ہے، چاہے کسی ایک جانب رہ جان نہ بھی بنے۔ اس سے استخارے کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر جب استخارہ کر لیا تو اب یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ میرے حق میں جو کریں گے، وہ بہتر ہو گا چاہے ظاہر کوئی کام انسان کو اپنے حق میں برا معلوم ہو لیکن ہو سکتا ہے اللہ نے اس میں بھلائی رکھی ہو۔ اس لیے انسان کو کسی غیر متوقع نتیجے اور صورت حال کے پیش آنے پر نہیں کہنا یا سوچنا چاہئے کہ میں نے استخارہ بھی کیا تھا پھر بھی یوں ہو گیا۔ ووں ہو گیا۔ غیرہ وغیرہ..... اسی لیے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔

”بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے کہ جس کام میں میرے لیے خیر ہو وہ کام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام اختیار فرمادیتے ہیں جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، لیکن ظاہری اعتبار سے وہ کام اس بندہ کی سمجھ میں نہیں آتا تو وہ بندہ اپنے پروردگار پر ناراض ہوتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تو یہ کہا تھا کہ میرے لیے اچھا کام

تلاش کیجئے، لیکن جو کام ملا وہ تو مجھے اچھا نظر نہیں آ رہا ہے، اس میں تو میرے لیے تکلیف اور پریشانی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب انجام سامنے آتا ہے تو اس کو پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جو فیصلہ کیا تھا وہی میرے حق میں بہتر تھا۔“

کسی سے استخارہ کروانا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ اتنا مقدس اور اونچا عمل ہے جو ہم جیسے عام لوگ نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے کسی بزرگ یا عالم، یا روحانی عامل کی ضرورت ہوگی جو استخارہ کر کے ہمیں ہمارا مطلوب بتادے گا۔ اسی وجہ سے آج کل استخارہ فورم بن رہے ہیں۔ یہ ساری صورت حال استخارہ کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ استخارہ کی حقیقت اللہ سے دعا اور طلب خیر کی ہے اور رب العزت کا تعلق بندہ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے سب کے ساتھ یکساں ہے۔ چنانچہ جتنے بہتر طریقے سے ہم اپنے لیے دعا کر سکتے ہیں ایسا کوئی دوسرا ظاہر ہے عام طور سے نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہر صحابی کو علیحدہ استخارہ کا عمل سکھایا اور کسی صحابی سے منقول نہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کیا ہو کہ یا رسول اللہ! میرے لیے استخارہ فرمادیجئے۔ اس لیے استخارہ کا عمل خود ہی کرنا چاہئے۔

استخارہ ایک ظنی چیز ہے

اس میں شک نہیں کہ اللہ رب العزت استخارے کی برکت سے دل میں کبھی بات ڈال دیتے ہیں جس سے آدمی کا رجحان کسی کام کی طرف ہو جاتا ہے لیکن یہ رجحان کوئی یقین نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ملنے والی ایک ظنی راہنمائی ہے (فهم حدیث: ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب مدظلہ) چنانچہ اگر اس کے مخالف بھی عمل کر لیں تو یہ شرعی نافرمانی یا گناہ کا کام نہیں ہوگا۔

استخارہ کن چیزوں میں ہوتا ہے؟

جو چیزیں شریعت میں مطلوب ہیں یا منوع ہیں ان کو کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں استخارہ نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی آدمی یہ استخارہ کرنے پڑھ جائے کہ میں نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں، حج پڑھوں یا نہ جاؤں۔ قربانی کروں یا نہ کروں۔ اسی طرح شراب سے بچوں یا نہ بچوں۔ یہی دیکھوں یا نہ دیکھوں۔ تو یہ بات غلط ہے کیونکہ استخارہ صرف اور صرف ان کاموں میں ہوتا ہے جو مباح اور جائز ہوتے ہیں یعنی ان کا کرنا نہ کرنا برابر ہے مثلاً یہ کہ کاروبار کرنا تو ہے اب یہ کہ جتوں کا کروں یا کپڑوں کا، دکان کھولنی ہے تو شاہ عالم بازار میں

کھولوں یا اچھرہ بازار میں۔ یا رشته کرنا ہے اس گھر میں رشته کروں یا نہ کروں۔ یا کون سا میرے لیے بہتر ہوگا۔

یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ استخارے کا کسی بات کی پیشکوئی یا پیشگی علم سے تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً استخارے کے ذریعے یہ معلوم کرنا کہ میرا فلاں کام ہو گا یا نہیں ہو گا؟ یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی استخارہ مشکلات کا حل ہے۔ آج کل میڈیا وغیرہ پر بڑے پیمانے پر جو استخارہ سنٹر، آن لائن استخارہ ہو رہا ہے وہاں بیٹھے ہوئے لوگ اسی قسم کی پیشین گوئیاں کرتے اور لوگوں سے پیسہ ٹورتے ہیں اور مشکلات کے حل کے دعوے کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ استخارہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا، بلکہ یہ نجومیوں کی ڈرامہ بازیاں ہیں جو وہ روحانی سکالروں کے روپ میں استخارہ کے عنوان سے رچائے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان سے بچنا چاہئے۔

• • •

فطرانہ اور روزے کے فدیہ کی مقدار اور ان کے چند مسائل



حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ چیخن کے مطابق فطرات اور ایک روزے کا فدیہ پونے و دکوندم یا اس کی قیمت ہے۔
اس سال یعنی 1440ھ برابر 2019ء پونے و دکوندم کی قیمت کے لحاظ سے

80

فطرانہ اور ایک روزہ کے فدیہ کی رقم

روپے ہے۔

حدائق کے چند مسائل:

- 1۔ اگر کوئی حدیث پڑھا کر اس کو ادا کرنے کے لیے مکمل طلاقت ہے تو اس کے مطابق اسی مکمل طلاقت کے برابر ہی ہوتے۔ مگر کہ اس کی قیمت نہ ہے بلکہ اس کی قیمت یا اس کی احمدیہ کو کہا جائے۔
- 2۔ اگر کوئی روزے کے فدیہ پونے و دکوندم کی قیمت کی وجہ سے کوئی محدودیت نہ ہے۔
- 3۔ اگر کوئی روزے کے فدیہ کی قیمت کو ایک دن میں ایک دن کے لئے کھانے کے طالی ایک سکھن کا ایک دن کے روزے کے فدیہ کی رقم سے لیا جائے۔ اسی طالی کو ایک دن کے روزے کے فدیہ کی رقم سے لیا جائے۔
- 4۔ اگر کوئی روزے کے فدیہ کی قیمت کو اس محدودیل سے محدود کرے۔
- 5۔ اگر کوئی روزے کے فدیہ کی قیمت کو اس محدودیل سے محدود کرے۔

لارا ایڈیشنز سعدی عترت کا لیے خال آن لائن 03004113082

+92322233224 daruliftaaonline@gmail.com Ifaku@yahoo.com

www.daruliftaa.org ijamahatulurwa Mufti Online: 0923004113082



لارا ایڈیشنز

Tel: 0386-4275177
Cell: 0386-4275177
0321-3741558 0321-3741606
042-37414006 0333-8499867



مولانا ذکر عبد الرزاق اسکندر

شوال کے چھ روزوں کی شریعت میں اہمیت

شوال کے چھ روزے رکھنا سنت ہے، حدیث کی مستند کتابوں میں اس کی فضیلت و اہمیت وارد ہوئی ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو یوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ یعنی ان دونوں قسم کے روزوں کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ اس حدیث کو قرآن کریم کے بیان کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے، قرآن کریم کے وعدے کے مطابق ایک نیکی کا اجر کم از کم دس گناہ ملتا ہے، اس حساب سے رمضان کے روزے دس مہینوں کے برابر ہوئے اور شوال کے چھ روزے دو مہینوں کے برابر ہوئے اور کل ملا کر بارہ مہینے ہو گئے، یا یوں کہہ لیں کہ رمضان اور شوال کے چھتیں روزے ہوئے اور چھتیں کو دس گناہ بڑھانے سے تین سو سال ٹھوڑے ہوئے اور تمی سال لگ بھگ اتنے ہی دنوں کا ہوتا ہے، اس طرح رمضان کے ساتھ شوال کے روزے رکھنے والا گویا پورے سال روزہ رکھنے والا ہو جاتا ہے۔ انسان رمضان کے بعد تھوڑی مزید ہمت سے کام لے تو پورے سال کے روزوں کا اجر و ثواب سمیٹ سکتا ہے اور اگر کوئی یہ مستقل معمول بنائے کہ رمضان المبارک کے بعد شوال کے روزے رکھنے کا اہتمام کرے تو وہ صائم الدھر یعنی پوری زندگی

روزے رکھنے والا شمار ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ کی خصوصی عنایت ہے کہ کم پر بھی زیادہ نوازتے ہیں، رمضان کی طرح یہ موقع بھی سال میں صرف ایک بار آتا ہے، اس لیے اسے غیرمکمل سمجھنا چاہیے۔ شوال کا پہلا دن یعنی عید کا دن چھوڑ کر پورے مہینے میں جس طرح آسانی اور سہولت ہو، یہ روزے رکھے جاسکتے ہیں، مسلسل اور لگاتار چھ روزے رکھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ بیچ میں وقفہ اور ناغہ بھی کر سکتے ہیں۔ ان غلیلی روزوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ فرض روزوں میں اگر کوئی کمی یا کوتاہی ہو جائے تو ان سے ان کی تلافی ہو جائے گی، اس لحاظ سے دیکھیں تو ان روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ وہی نسبت ہے جو سنتوں اور نلفوں کو فرض نماز کے ساتھ ہے۔

هم بارگاہِ الہی میں سر بسجود ہیں جامعہ دارالتقوى کا اعزاز

دفائق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحان 1440ھ میں بنجاب بھر کی سطح پر تین امتیازی درجات جامعہ کے نام

اس موقع پر ارکین جاسوسی طرف سے ان طلباء طالبات کے والدین اور اساتذہ معلمان کیلئے ڈیگر وہ مبارکباد و دعائیں

یاد رہے کہ جامعہ لرننگ سیال اور جل ازیں متعدد تربیتی اعزازات پر نام کرپکا ہے
اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمارے جامعہ کو مزید ترقیات سے نوازے۔ آمين

نام	درجہ	پوزیشن
طلحہ عابد	دورہ حدیث	سوم
بنت اوریس	ثانویہ خاصہ سال دوم	سوم
بنت مجیب الرحمن	ثانویہ خاصہ سال اول	اول

مختصر اہل شوریٰ دارالتقوى میں تتصل جامع مسجد البلال، چوبی بی بی پارک، لاہور
■ +92322-2333224 ■ darultaqwa.online@gmail.com
■ ifta4u@yahoo.com ■ Mufti online: +923004113082
■ www.darultaqwa.org ■ jamiadarultaqwa

اعلان
داخلہ

جامعہ
دارالتحقیقی

میں

اولیٰ تا
دورہ حدیث شریف کے

داخلے 10 شوال سے شروع ہوں گے



جیسے اکابر مدرسین مستقل دورہ حدیث شریف کے اسپاٹ پڑھائیں گے
جامعہ دارالتحقیقی متصل جامع مسجد الہلال، چوربجی پارک لاہور

معلومات اور رابطہ کے لیے

0321-7744712 - 04237415559

YOUR HOME & FAMILY IS SAFE

OUR PRODUCTS

- Un- plasticized polyvinyl chloride (U-PVC) Electrical conduits
- Un- plasticized polyvinyl chloride (U-PVC) high pressure piping system
- Un- plasticized polyvinyl chloride (U-PVC) soil, waste & vent system
- Polyvinyl chloride (PVC) solvent cements & cleaner
- Polypropylene random copolymer (PPR-100) Hot & Cold water system
- High density Polyethylene (HDPE) pipes and fittings ■ Polyvinyl chloride (PVC) cable trunk
- Polypolyvinyl chloride (PVC) Garden & Gas pipes ■ Poly carbonate (PC) Popular switch & socket
- Polyvinyl chloride (PVC) Electrical insulation Tape ■ Polyvinyl chloride (PVC) Foam Board

PROVIDING YOU THE BEST IS OUR FORTÉ

Product Verification
Available on Google Play
Popular pipes Group

www.popularpipesgroup.com

[popularpipesgroupofcompanies](#)

Popular

PVC FOAM BOARD

Save Trees Save Lives

POPULAR PIPES GROUP OF COMPANIES INTRODUCES
NEW PRODUCT....



دیمک اور کیٹروں سے محفوظ
پانی اور نبی کے اثرات سے محفوظ
مضبوط سخت ہموار سطح
کیل کو مضبوطی سے پکڑنے کی طاقت
اگ لگنے کے خلاف بھرپور قوتِ مدافعت
موئی اثرات کے خلاف بھرپور قوتِ مدافعت

Izmir Housing Society, 1st Floor, Habib Center, Block A Plot # 4
Commercial Plaza, 8KM Thokar Niaz Baig, Lahore, Pakistan

+92-111-11-8782(UPVC)
+92-42-35979601-3

info@popularpipe.com www.popularpipesgroup.com



جولائی 2019ء

جن

0321-7771130

معنی 36

جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

23 جون
بروز اتوار

0321-7771130

معنی 36

جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

30 جون
بروز اتوار

0332-2133780

معنی 10 تاظہ

جامع مسجد خاتون جنت بلمقابل گورے بیکری شہباز روڈ قصور

7 جولائی
بروز اتوار

042-36666444

ظہر تاعصر

D/272 پی اے ایف کالوںی ضار شہید روڈ صدر کینٹ لاہور

7 جولائی
بروز اتوار

0300-4911925

معنی 10:30

مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات 70 سو لائن اور روڈ نزدیکی سکول شینو پورہ

14 جولائی
بروز اتوار

0321-3867149

ظہر تاعصر

جامع مسجد ابو بکر اے بلاک ازمیر ٹاؤن لاہور

14 جولائی
بروز اتوار

مفتی عبدالرؤف سکھروی

مسنوناتِ عید اور ہماری صورت حال ---

عید الفطر کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی سرسرت اور خوشی کا دن ہے اور یہ خوشی اس بنا پر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رمضان شریف کے روزے رکھنے کی توفیق بخشی اور شب میں تراویح ادا کرنے اور اس میں کلام الہی پڑھنے اور سننے کی سعادت عطا فرمائی، حق تعالیٰ کے نزدیک عید کا دن اور عید کی رات دونوں ہی بہت مبارک اور بڑی فضیلت والے ہیں، جس کا اندازہ آپ کو اس حدیث سے ہوگا۔

عید اور شبِ عید کی خاص فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے، پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے، جس کا نام میرہ ہے، جس کے جھونکوں کی وجہ سے جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقات بجنت لگتے ہیں، جس سے ایسی سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوش نما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے معنگی کرنے والا، تاکہ حق تعالیٰ شانہ

اس کو ہم سے جوڑ دیں؟ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان شریف کی پہلی رات ہے، جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت لئے آج کھول دئے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ احمد مجتبی کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دو اور جبریل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور رسکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محظوظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جسے میں عطا کروں؟ ہے کوئی تو بے کرنے والا میں اس کی توبہ قبول کروں؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں؟ ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان کے برابر اسی ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ حضرت جبریل کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز جہنڈا ہوتا ہے، جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازوں ہیں، جن میں سے دو بازوں کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں، صحیح تک بھی حالت رہتی ہے، جب صحیح ہو جاتی ہے تو جبریل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔

صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ: ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطعِ حجی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر ”لیلۃ الجائزہ“، انعام کی رات سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سواہ مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں: اے محمد ﷺ کی امت! اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: کیا بدلمہ ہے اس مزدور کا جوابنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ: ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلمہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے! تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ: اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلمہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی! اور بندوں سے خطاب فرمایا کہ ارشاد ہوتا ہے کہ: اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم! آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا اور ان کو چھپاتا رہوں گا، میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا، بس اب بخشنے بخشانے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا، پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے، خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ (فضائلِ رمضان)

حق تعالیٰ کی اس ذرہ نوازی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم ان کے اور زیادہ فرمانبردار اور اطاعت شعار

بندے بنتے، تاکہ اور زیادہ اطاعت پر زیادہ رحمتوں اور برکتوں کے حق دار ہوتے۔ لیکن افسوس ہال عید نظر آتے ہی، ہم نے ایسا رخ پلٹا اور ایسے نکلے اور نظریں پھیریں کہ پیچھے مڑ کر ہی نہ دیکھا اور اتنی دور نکل گئے کہ مرکز ہی کو بھول گئے اور ایسے کاموں کا ارتکاب کیا کہ جن سے بجائے مور درحمت بننے کے حق تعالیٰ کی ناراضگی غصہ اور عذاب کا مورد بننے لگے، عید الفطر کی شب اور اس کا دن انعاماتِ الہی کی وصولی اور خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک موقع ہے، ہم نے اس کو ان کی ناراضگی کا سبب بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور تجھ یہ ہے کہ ہم ایسی باتوں کو گناہ بھی نہیں سمجھتے، جو اور بھی خطرناک بات ہے، یہاں ذیل میں کچھ ایسی ہی چند باتیں عرض کرتا ہوں، صرف اس امید پر کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ توجہ سے ان باتوں کو پڑھے اور اسے توفیق عمل ہو جائے، حق تعالیٰ ہم سب کو ان منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين ثم آمين

عید کی تیاری

ایک فتنہ عید کی تیاری کا ہے، جو عید الفطر میں زیادہ اور بقر عید کے موقع پر کچھ کم برپا ہوتا ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بلاشبہ مسرت کا دن قرار دیا اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس کسی شخص کو میسر ہو وہ لباس پہنے، لیکن آج کل اس غرض کے لئے جن بے شمار فضول خرچیوں اور اسراف کے ایک سیلا ب کو عیدین کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے، اس کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آج یہ بات فرض واجب سمجھ لی گئی ہے کہ کسی شخص کے پاس مالی طور پر گنجائش ہو یا نہ ہو، لیکن وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کے لئے نئے سئے جوڑے کا اہتمام کرے، گھر کے ہر فرد کے لئے جو تہ ٹوپی سے لے کر ہر چیزی خریدے، گھر کی آرائش و زیبائش کے لئے نت نیا سامان فراہم کرے، اور ان تمام امور کی انجام دہی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک متوسط آمدی رکھنے والے شخص کے لئے عید اور بقر عید کی تیاری ایک مستقل مصیبت بن چکی ہے، اس سلسلہ میں وہ اپنے گھروں والوں کی فرمائیں پوری کرنے کے لئے جب جائز ذرائع کو ناکافی سمجھتا ہے تو مختلف طریقوں سے دوسروں کی جیب کاٹ کر وہ روپیہ فراہم کرتا ہے، تاکہ ان غیر

تمہاری خواہشات کا پیٹ بھر سکے، اور اس عید کی تیاری کام سے کم نقصان تو یہ ہے ہی کہ رمضان اور خاص طور سے آخری عشرہ کی راتیں اور اسی طرح بقرعید کے پہلے عشرہ کی راتیں بالخصوص بقرعید کی شب جو گوشہ تہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض و مناجات اور ذکر و فکر کی راتیں ہیں وہ سب بازاروں میں گزرتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کے آخری دس دن اور ان کی راتیں، عید اور شبِ عید بڑی مبارک ہیں اور آخرت کمانے کا بہترین سیزنا ہے، بندہ مومن جس کی زندگی کا مقصد صرف حق تعالیٰ کی رضا اور حصول جنت ہے اس کے لئے یہ بہت ہی نادر موقع ہے، جو حق تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے عطا فرمایا ہے، ان ایام اور مبارک لیل و نہار کو بے حد غنیمت سمجھا جائے اور ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق ان ایام میں زیادہ سے زیادہ عبادت و طاعت، ذکر و تلاوت، تسبیح و مناجات اور توبہ و استغفار کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے اور زیادہ نفلی عبادت و طاعت نہ کر سکے تو کم مذکورہ بالا اور دیگر گناہوں سے توابنے کو دور ہی رکھے اور تمام رات کوئی نہ جاگ سکے تب بھی کچھ حرج نہیں، آسانی اور بشاشت کے ساتھ جتنی دیر جاگ کر عبادت کر سکے اتنا ہی کر لے۔

عید کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں:

- (۱) اپنی آرائش کرنا۔ (۲) غسل کرنا۔ (۳) مسوأک کرنا۔ (۴) عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں وہ پہننا۔ (۵) خوشبو لگانا۔ (۶) صحیح سویرے اٹھنا۔ (۷) عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطرہ دے دینا۔ (۸) عیدگاہ میں بہت سویرے جانا۔ (۹) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز مثلاً چھوہا رے وغیرہ کھانا۔ (۱۰) نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا اور عیدگاہ سے واپسی پر دوسرا راستہ اختیار کرنا۔ (۱۱) پاپیادہ جانا۔ (۱۲) راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اکبر اللہ اکبر و اللہ الحمد پڑھنا، جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں نماز سے پہلے اور بعد کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، نمازِ عید کے لئے عیدگاہ جانا سنتِ مؤکدہ ہے، بنی کریم ﷺ اپنی مقدس مسجد کو انتہائی فضیلت کے باوجود عیدین کے دن چھوڑ دیتے تھے اور عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۔

عید الفطر کی نماز کا طریقہ:

عید الفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس طرح نیت کرے: میں نے دو رکعت واجب نماز عید کی چھ واجب تکبیروں کے ساتھ نیت کی، نیت کے بعد ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللہم پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ تکبیر تحریکہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکادے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر ٹھہرے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں، تیسرا تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکانے کے بجائے باندھ لے اور اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ کر حسب دستور رکوع اور سجدے کر کے کھڑا ہوا اور دوسری رکعت میں پہلے سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اس طرح کہے جس طرح پہلی رکعت میں کہی ہیں، البتہ دوسری رکعت میں تیسرا تکبیر کہنے کے بعد ہاتھ باندھنے کے بجائے لٹکائے رکھے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

شوال کے چھے روزے

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد ماہ شوال میں چھپنی روزے رکھے اس کا یہ عمل ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہو گا۔

ایک معمولی محنت پر اتنا بڑا جو وثاب! اللہ تعالیٰ کی بے انہصار حمت ہے اور عمر بھر کے لئے روزے کا ثواب حاصل کرنے کا نہایت آسان اور کم خرچ نسخہ ہے، حق تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں، اس پر مزید آسانی یہ ہے کہ ان کے رکھنے میں اختیار ہے، خواہ شروع شوال میں رکھیں یا درمیان میں یا آخر میں، یہ بھی اختیار ہے خواہ مسلسل رکھیں یا متفرق، شرعاً کسی طرح کوئی پابندی نہیں۔ (مسلم شریف)
(بشكريہ اشرف الجراند)



حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

صدقہ فطر کا بیان

صدقہ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟

جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ تجارت کا مال ہو یا تجارت کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو اور اس صدقہ کو شرع میں صدقہ فطر کہتے ہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس رہنے کا بڑا قیمتی گھر ہے اور پہننے کے بڑے قیمتی قیمتی کپڑے ہیں اور خدمت کے لیے دو چار خادم ہیں۔ گھر میں آٹھ دس ہزار کا ضروری سامان بھی ہے جو سب کام میں آتا ہے مگر زیور نہیں ہے اور نہ ہی کچھ روپیہ ہے۔ یا زائد کچھ روپیہ اور ضرورت سے زائد سامان ہے مگر وہ ساڑھے باون تو لے چاندی کی مالیت سے کم ہے تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کے دو گھر ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے دیا ہے تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر کہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور ایسے کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں البتہ اگر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہو گا اور زکوٰۃ کا پیسہ بھی لینا درست ہو گا۔

خلاصہ

یہ ہوا کہ جس کو زکوٰۃ اور صدقہ کا پیسہ لینا درست ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور جس کو صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس ضروری اسباب سے زائد مال و اسباب ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ منہما کر کے دیکھو کیا بچتا ہے۔ اگر اتنی قیمت کا اسباب بیچ رہے جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو صدقہ فطر واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی شخص کے پاس صرف دو تو لے سونا ہواں کے علاوہ چاندی ہونے نقدي ہونے مال تجارت ہو اور نہ ہی ضرورت سے زائد کچھ سامان ہو۔ پھر دو تو لے سونے کی قیمت اگر ساڑھے باون تو لے چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔

مسئلہ: جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے۔

صدقہ فطر کس کی طرف سے نکالنا واجب ہے

صدقہ فطر اپنی طرف سے واجب ہوتا ہے اور نابالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب ہے۔ بالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب نہیں بلکہ اگر وہ نصاب کے مالک ہوں تو خود ادا کریں۔ البتہ اگر کوئی اولاد مجنون فقیر ہو خواہ نابالغ ہو یا بالغ ہو تو اس کی طرف سے بھی دے۔

صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے

عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بچہ عید کے دن صحح ہونے کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ نماز کے لیے عیدگاہ میں جانے سے پہلے ہی صدقہ دے دے اگر پہلے نہ دیا تو خیر بعد میں سہی۔

مسئلہ: کسی نے صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا۔ اب کسی دن دے دینا چاہیے۔

مسئلہ: صدقہ فطر واجب ہونے کے بعد اگر آدمی کے پاس مال ضائع ہو جائے تو صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا اور ذمہ میں رہتا ہے۔

صدقہ فطر کی فی کس مقدار لکھتی ہے

صدقہ فطر میں اگر گیہوں، یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کے ستو دے تو پونے دوسرے سے آڑھی چھٹا نک زائد دے۔ احتیاطاً پونے دوکلو یا پورے دوکلو دے دے۔ اگر جو یا جو کا آٹا یا کھجور دے تو اس کا دو گنا دینا چاہیے۔

مسئلہ: اگر گندم اور جو کے سوا کوئی اور انانج دیا جیسے چنا، جوار تو اتنا دے جو پونے دوکلو گندم کی قیمت میں آتا ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی

مسئلہ: اگر گندم اور جو نہیں دیے بلکہ گندم اور جو کی قیمت دے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

مسئلہ: ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دونوں باتیں جائز ہیں۔

مسئلہ: اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کو صدقہ فطر بھی دینا جائز ہے اور جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ان کو صدقہ فطر بھی دینا جائز نہیں۔

• • •

مولانا محمد حنفی جalandhri

جزل سیکرٹری و فاق المدارس العربیہ پاکستان

دینی مدارس کے معاملات حالیہ پیش رفت

یوں تو دینی مدارس کے بہت سے مسائل عرصے سے حل طلب اور زیر بحث ہیں لیکن گزشتہ دنوں اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت کی وزیر اعظم اور چیف آف آرمی اسٹاف سمیت دیگر حکومتی ذمہ دران سے ملاقاتوں کے بعد دینی مدارس کے مسائل اور دینی مدارس کے معاملات زیادہ نمایاں ہو کر زیر بحث آئے۔ ان ملاقاتوں میں دینی مدارس کے مسائل اور دینی مدارس سے وابستہ افراد کو درپیش مشکلات کے ازالے کی بات ہوئی اور پھر چند دنوں بعد ڈی جی آئی ایس پی آر کی پریس بریفنگ کی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں بھی پیدا ہوئیں ایسے نازک وقت میں جب ملک بھر میں تنشیش و اضطراب کی فضاء تھی، ہم نے دینی مدارس، ملک و قوم کے مفاد اور دینی مدارس کی ترجیحات کو مدد نظر رکھتے ہوئے ایک محتاط اور متوازن موقف دیا۔ ڈی جی آئی ایس پی آر کی پریس کانفرنس کے بعد دینی مدارس کے ذمہ دران اور وفاق المدارس کے مقائدین کے ساتھ مشاورت کے بعد سب حضرات اور اداروں کی طرف سے رقم المعرف نے عرض کیا ”ڈی جی آئی ایس پی آر کی پریس کانفرنس میں دینی مدارس سے متعلق جن تجویز کا ذکر کیا گیا ہے وہ نہایت جملہ ہیں جن کا صحیح مطلب بھی لیا جاسکتا ہے اور غلط بھی۔

محترم جناب چیف آف آرمی اسٹاف اور وزیر اعظم پاکستان سے ہمارے مذاکرات میں ہم سے یہ

وعدہ کیا گیا تھا کہ مدارس کے بارے میں کسی حصتی اعلان سے پہلے اتحادِ تنظیمات مدارس سے تفصیلات کے بارے میں مشورہ ہوگا جو بھی باقی ہے اس سے پہلے اس قسم کے جمل اعلان سے غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ہمارا موقف ہمیشہ سے یہ رہا ہے اور آج بھی ہے کہ ہم ایک طرف کسی بھی ثبت تجویز کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں اور دوسری طرف دینی مدارس کی آزادی اور حریتِ فکر و عمل اور نصاب و نظام کے بارے میں کسی ایسی مداخلت کو قطعاً قبول نہیں کر سکتے جو دینی مدارس کے مزاج و مذاق کے مطابق نہ ہو۔

اس فوریِ ردِ عمل کے بعد اتحادِ تنظیمات مدارس میں شامل تمام تنظیمات سے بھی رابطہ ہوئے باخصوص وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قائدین کا ہنگامی اجلاس دارالعلوم کراچی میں حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولانا انوار الحق، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور رقم الحروف شریک ہوئے۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدینہ طیبہ میں تھے ان سے اور مولانا فضل الرحمن سے ٹیلی فون پر مشاورت ہوئی۔ اس اجلاس میں ڈی جی آئی ایس پی آر کی پریس کا نفرس کے حوالے سے جو غلط تاثر پھیلا اور حن غلط فہمیوں نے جنم لیا ان پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔ انہی غلط فہمیوں کی بنابر 2 مئی بروز جمعرات کو وزارت تعلیم میں ہونے والے اجلاس میں شرکت سے مغذرت کی گئی اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ اعتماد سازی کے بغیر اجلاس یا مذاکرات لا حاصل ہیں اور جب تک اعتماد کا ماحول نہیں بتاتے تک مذاکرات یا کسی اجلاس میں شرکت نہیں کی جاسکتی۔

اس دوران کی سطحیوں پر رابطہ ہوئے اور بالآخر 6 مئی 2019ء بروز پیر وزارت تعلیم میں اجلاس ہوا جس میں اتحادِ تنظیمات مدارس کے قائدین مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا مفتی منیب الرحمن، رقم الحروف محمد حنیف جالندھری، مولانا ڈاکٹر یاسین ظفر، مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمن، قاضی نیاز حسین نقوی اور مولانا فضل حیدری شریک ہوئے جبکہ وفاتی وزیر تعلیم شفقت محمود، سیکرٹری وزارت تعلیم اور دیگر اعلیٰ افسران شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں شرکت کا فیصلہ بھی باہمی مشاورت سے ہوا اور اجلاس کے حوالے سے وفاق المدارس کے قائدین اور مولانا فضل الرحمن سے دوبارہ تفصیلی مشاورت کی گئی۔ اس موقع پر اجلاس کے ایجادہ کے حساب سے تمام امور زیر بحث آئے۔ ہمیشہ کی طرح اپنی بساط بھر دینی مدارس کا مقدمہ بھر پور طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی۔

سب سے پہلے ہم نے یہ مطالبہ کیا کہ دینی مدارس چونکہ وفاقی سطح کے ادارے ہیں، ان کا نظام تعلیم، نصاب تعلیم اور نظام امتحان ملک گیر ہے اس لیے ان مدارس کے معاملات کو فیڈرل بورڈ اور دیگر اداروں کی طرح وفاقی اور مرکزی سطح پر دیکھا جائے۔ اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا گیا اور یہ بات طے پائی کہ دینی مدارس کے جملہ معاملات وفاقی وزارت تعلیم سے متعلق ہوں گے کسی صوبائی حکومت یا کسی مقامی ادارے کا دینی مدارس کے ساتھ کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہوگا۔ اسی طرح دینی مدارس کے اس دیرینہ مطالبے کو بھی تسلیم کر لیا گیا کہ دینی مدارس کے جملہ معاملات وفاقی وزارت تعلیم سے متعلق ہوں گے چونکہ اس سے قبل بارہا یہ تجربہ ہو چکا کہ دینی مدارس کے معاملات کو بھی وزارت داخلہ کا کرنسیس میجنت سیل ڈیل کرتا تھا، بھی دینی مدارس کے معاملات نیکلا کے سپرد کر دیے جاتے تھے، بھی دینی مدارس کو وزارت داخلہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا تھا، بھی مذہبی ادارے ہونے کی نسبت سے وزارت مذہبی امور سے دینی مدارس کو تھی کر دیا جاتا تھا، ہمارا ہمیشہ سے یہ مطالبہ رہا کہ دینی مدارس چونکہ تعلیمی ادارے ہیں اس لیے ان کے معاملات وزارت تعلیم سے متعلق ہونے چاہیں الحمد للہ مذکور بعد ہمارا یہ مطالبہ مان لیا گیا اور دینی مدارس کے معاملات کو وزارت تعلیم کے سپرد کر دیا گیا۔

اس فیصلے کی وجہ سے ایک تو دینی مدارس روز رو مختلف مکموں اور روزاتوں کے درمیان شش کاک نہیں بنے رہیں گے۔ ان کے معاملات ایک ہی وزارت دیکھے گی اور دوسرا یہ کہ دینی مدارس کو تعلیمی اداروں کی فہرست میں شامل کر کے تعلیمی اداروں کے طور پر بینڈل کیا جائے گا اور دینی تعلیم کو بھی باضابطہ طور پر تعلیم تسلیم کیا جائے گا اور جیسے پہلی مردم شماری میں پاکستان کا پرچم لہرانے والے علامہ شیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو ناخواندہ لکھا گیا تھا ایسے کسی کو دینی تعلیم کی نفی کی جرأت نہیں ہوگی۔ ڈی جی آئی ایس پی آر کی پریس کانفرنس کی وجہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کے پیش نظر بار بار اس کی وضاحت کی گئی خاص طور پر وفاقی وزیر تعلیم نے واضح کیا کہ دینی مدارس کے معاملات وزارت تعلیم سے متعلق ہوں گے مدارس وزارت تعلیم کے ماتحت نہیں ہوں گے۔ ہم مدارس کی معاونت کرنا چاہتے ہیں مدارس پر کنشروں نہیں چاہتے، نہ ہمارے بس میں ہے اور نہ ہی ہمارے پاس اتنے وسائل ہیں۔ بعد ازاں انہوں نے پریس کانفرنس میں بھی بہت واضح طور پر یہ بات کہی۔

ہم اس تحریر کے آخر میں وزیر تعلیم کی پریس کانفرنس اور وزارت تعلیم کی طرف سے جاری ہونے والی

پریس ریلیز کا پور امتن شامل کریں گے تاکہ اندازہ ہو کہ اجلاس کے دوران کتنے اہم امور پر پیش رفت ہوئی، کتنے ثابت امور زیر بحث آئے لیکن اس کے باوجود یہ ورنی قتوں کے ایماء پر سرگرم عمل سیکولر اور لادین لابی نے منفی پروپیگنڈے کا سلسہ جاری رکھا ہوا ہے۔ ہمارے ہاں ہمیشہ منفی چیزوں کو ہائی لائٹ کیا جاتا ہے اور اگر کسی معاملے میں منفی پہلو نہ بھی نکل رہا ہو تو اسے زبردستی منفی رخ دیا جاتا ہے یہی کچھ مدارس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس اجلاس اور ان مذاکرات میں برسوں سے نکل اور ان تو کا شکار دینی مدارس کے مسائل حل کیے گئے، بہت ہی خوشنگوار ماحول میں بات چیت ہوئی، بہت سے حل طلب امور کو خوش اسلوبی سے حل کر لیا گیا لیکن اس کے باوجود ماحول ایسا بنایا جا رہا ہے جیسے مدارس کی بساط پیش جا رہی ہو، جیسے مدارس کی مشکلیں کسی جا رہی ہوں، جیسے مدارس کو بند کرنے کا کوئی ایجاد نہ مسلط کیا جا رہا ہو، بہر حال مجھے درد دل رکھنے والے محب وطن پاکستانیوں سے یہ کہنا ہے کہ ہم تفریق و تقسیم اور بغاڑ و فساد پیدا کرنے والے عناصر کے کسی خواب کو شمندہ تعبیر نہ ہونے دیں اور ثابت انداز سے ملک و ملت کی بہتری کیلئے کردار ادا کریں۔

اس موقع پر یہ بھی طے پایا کہ دینی مدارس کی رجسٹریشن وزارت تعلیم کے تحت ہوگی اور پہلے جیسے 1860ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت وزارت صنعت کے تحت مدارس رجسٹرڈ ہوتے تھے اب وزارت تعلیم کے زیر انتظام رجسٹرڈ ہوں گے اور مدارس کی رجسٹریشن کے لیے کوئی نیاضابطہ اور کوئی نیافارم تیار نہیں کیا جائے گا بلکہ وہی فارم جس پر حکومت اور اتحاد تنظیمات مدارس کے مابین اتفاق ہو گیا تھا اسی متفرقہ فارم کی بنیاد پر مدارس کی رجسٹریشن کروائی جائے گی اور رجسٹریشن میں کسی قسم کے روڑے نہیں اٹکائے جائیں گے بلکہ سہولیات فراہم کی جائیں گی اور ہر ممکن معاونت کی جائے گی۔ ہم نے اس پہلو پر بھی توجہ مندوں کروائی آباد آمد و رفت میں مشکل ہو گی اس پر وزارت تعلیم کے حکام نے واضح کیا کہ وزارت کے ریجنل آفس مختلف علاقوں میں پہلے سے موجود ہیں اور جہاں موجود نہیں ہوں گے اور ہم ضرورت سمجھیں گے وہاں ریجنل آفس قائم کر دیں گے تاکہ مدارس کو رجسٹریشن میں آسانی ہوتا ہم یہ بات بھی آئی کہ اتنے انتظام کے باوجود بھی اگر کوئی مدرسہ خود کو رجسٹرڈ نہیں کروائے گا تو اسے بند کر دیا جائے گا۔

اسی طرح مدارس کے بینک اکاؤنٹس کا معاملہ بھی زیر غور آیا اور یہ طے پایا کہ تمام رجسٹرڈ مدارس کے

بینک اکاؤنٹ کھولنے پر غیر اعلانیہ پابندی اٹھائی جائے گی اور مدارس کے اکاؤنٹ کھولے جائیں گے اور اگر کسی مدرسہ کو اکاؤنٹ کھلوانے میں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا تو وزارت تعلیم اس کی معاونت کرے گی۔ اسی طرح تقریباً دو عشروں کے بعد غیر ملکی طلبہ کو زیادہ سے زیادہ نو برس اور کم از کم جتنا اس کا تعلیمی دورانیہ ہو گا اور ادارہ درخواست کرے گا اتنے عرصے کا ویزہ یکبارگی دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

ایک بہت اہم فیصلہ یہ کیا گیا کہ دینی مدارس سے کوائف کے حصول کی واحد مجاز اتحاری وزارت تعلیم ہو گی اور وزارت تعلیم کے علاوہ کسی ایجنسی، کسی پولیس اہلکار اور کسی دوسرے ادارے کو کسی قسم کے کوائف کے حصول کے لیے براہ راست مدارس سے رجوع کا حق نہیں ہو گا بلکہ اگر کسی کو بھی کوائف کی ضرورت ہو گی تو وزارت تعلیم سے رجوع کرے گا اس فیصلے کی وجہ سے مدارس کو ہر اسال کرنے، علاقائی اور مسلکی بنیادوں پر بلیک میلنگ سمیت دیگر کئی مسائل خود خود ختم ہو جائیں گے۔ اجلاس کے دوران دینی مدارس میں میٹرک اور انٹریول کے عصری مضامین کو شامل کرنے اور ان کے امتحانات لینے نیز ڈگری جاری کرنے کا معاملہ بھی زیر غور آیا لیکن اس پر کوئی فیصلہ نہ ہو کہ اس حوالے سے عید کے بعد دو بارہ مذاکرات کا دور چلے گا۔ ہماری طرف سے دینی مدارس و مساجد کو یوپیٹی بلز میں رعایت دینے یا بالکل یوپیٹی بلز سے مستثنیٰ قرار دینے کی درخواست کی گئی لیکن جواباً یہ کہا گیا کہ فی الحال حکومتی خزانہ خالی ہے اس پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ باقی جملہ امور خوش اسلوبی سے طے پائے۔ اجلاس کے آخر میں جو پریس ریلیز جاری کی گئی وہ درج ذیل ہے۔

”آج مورخہ 6 مئی 2019ء کو وفاقی وزیر تعلیم جناب شفقت محمود صاحب کی زیر صدارت دینی مدارس کے حوالے سے ایک اہم اجلاس وزارت کے کمیٹی روم میں منعقد ہوا جس میں اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے سربراہان اور دیگر ذمہ داران نے شرکت کی۔ اجلاس کی کارروائی انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اور خوشگوار ماحول میں مکمل ہوئی تفصیلی لگفت و شنید کے بعد درج ذیل فیصلے اتفاق رائے سے کیے گئے۔

(الف) دینی مدارس کی رجسٹریشن

اجلاس میں متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ تمام دینی مدارس و جامعات اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے ساتھ طے شدہ رجسٹریشن فارم کے مطابق وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ و رانہ تربیت کے ساتھ رجسٹریشن کروانے کے پابند ہوں گے۔

(ب) اس مقصد کے لیے وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ و رانہ تربیت پورے ملک میں دس ریجنل دفاتر جسٹریشن کے لیے قائم کرے گی۔ (پ) وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ و رانہ تربیت مدارس و جامعات کے اعداد و شمار اکٹھ کرنے کی واحد مجاز اخباری ہوگی۔

(ث) وہ مدارس و جامعات جو وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ و رانہ تربیت کے ساتھ رجسٹرڈ نہ ہوں گے وفاقی حکومت انہیں بند کرنے کی مجاز ہوگی۔ (ج) جو مدارس و جامعات رجسٹریشن کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کریں گے ان کی رجسٹریشن منسوخ کر دی جائے گی۔ یعنک اکاؤنٹ تمام مدارس و جامعات جو وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ و رانہ تربیت کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں گے انہیں شیدول بینکوں میں اکاؤنٹ کھولنے کے لیے وزارت تعلیم معاونت کرے گی۔ یہ ورنی ممالک کے طلبہ کی تعلیم اور ویزہ کا اجراء و فاقی وزارت تعلیم و پیشہ و رانہ تربیت کے ساتھ رجسٹرڈ مدارس و جامعات غیر ملکی طلبہ کو تعلیم کی سہولت مہیا کر سکیں گے۔ اس سلسلہ میں وزارت تعلیم کی سفارش پر ان طلبہ کو ان کی مدت تعلیم جو زیادہ سے زیادہ نوسال ہو گی حکومتی قواعد و ضوابط کے مطابق ان کے لیے ویزے کے اجراء میں معاونت کرے گی۔ ٹیکنیکل اور ویکیشنل ایجوکیشن ٹیکنیکل اور ویکیشنل تعلیم کے موقع فراہم کرنے کے لیے وزارت کے ساتھ رجسٹرڈ مدارس و جامعات میرک اور ایف اے کے بعدنی تعلیمی بورڈ کے ساتھ الحاق کر سکیں گے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حالیہ پیش رفت دینی مدارس کے حوالے سے اگرچہ بہت اہم پیش رفت ہے لیکن اس کے لیے قانون سازی ضروری ہے خاص طور پر رجسٹریشن کا قانون پہلے سے موجود ہے اس میں تبدیلی کے لیے قانون سازی کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے لیے جلد از جلد قانون سازی کی جائے اور قانون سازی کے لیے جوڑ رافت تیار کیا جائے اس پر اتخاذ تنظیمات مدارس کی مشاورت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سب سے اہم معاملہ ان امور پر عملدرآمد کا ہے کیوں کہ مااضی میں بارہا بہت سی اچھی اچھی باتیں طے ہوئیں لیکن عملدرآمد نہیں ہو پایا تو سب محنت لا حاصل رہی اس لیے اب کی بار ضرورت اس امر کی ہے کہ ان باتوں پر خلوص نیت اور سنجیدگی سے عملدرآمد کیا جائے۔

• • •

از: مولانا ناصر زادہ بھیالوی قاسمی

مدارس کا نظامِ تعلیم و تربیت اور چند معرفوں

مدارس اسلامیہ کی افادیت و اہمیت اور معنویت ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ جس سے دینی فکر و شعور رکھنے والے کسی فرد بشر کو انکار نہیں ہو سکتا، اصولی طور پر ہر مدرسہ کے تین بنیادی عصر ہوتے ہیں۔

(i) نظام تعلیم (ii) نظام تربیت (iii) تعمیری وجود

ان عناصر تلاش کو ترقی و فروغ دینے والے مدرسے کے منتظمین اور معلّمین ہیں جو درحقیقت اس علمی و روحانی چن کے معمار اور باغبان ہیں، یہ ظاہر ہے کہ جن صلاحیتوں کے حامل اور جن جذبات و حوصلوں سے متصف یہ افراد ہوں گے اسی اعتبار سے ادارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا، اور ان لوگوں کی محنت و جانشناہی اور جوانمردی کے نمایاں اثرات مدرسے کے نظام پر مرتب ہوں گے، آئندہ سطور میں اپنے محدود تجربہ کی روشنی میں مدارس کے منتظمین اور معلّمین کے لیے چند گذارشات پیش کی ہیں، اس صالح جذبہ، حسن نیت اور توقع کے ساتھ کہ یہ اصلاحی مشورے جو دراصل اپنے حضرات اکابر کے افادات سے مانوذ ہیں، ہمارے ہم مشرب رفیقوں کے لیے نفع کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

ہم اپنی مختنتوں کا محور تعلیم و تربیت کو بنائیں:

ایک مدرسہ کے منتظم اور سربراہ کے لیے بھیثیت منتظم جس طرح اخلاص و تواضع اور دیانت داری جیسے اہم اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے اس کے ساتھ اس کا علمی ذوق و مزاج ہونا بھی لازم ہے؛ چونکہ النash علی دینِ مُلوک ہم، قائد و رہنماء جس مذاق کا حامل ہو گا اس کے مطابق ادارے کے مدرسین و متعلمین میں

عموماً و چیز منقول ہوگی۔

آج یہ بات نایاب ہوتی جا رہی ہے کہ ہم نے اپنی منزل کا نشان چھوڑ دیا اور اپنی محنتوں اور کوششوں کا تمام تر محور و مقصد معیار تعلیم کی جگہ حصول زر اور تعمیرات کو بنالیا، مبینی وجہ ہے کہ مدرسہ تعمیری و اقتصادی حیثیت سے ترقی کرتا نظر آتا ہے اور اصل مقصد یعنی تعلیم و تربیت میں نتیجہ بعض مدرسون میں صفر کے برابر ہوتا ہے؛ بتا ہم اپنے اسلاف کی روشن تاریخ سے یکسر غافل ہو چکے ہیں کہ جھنوں نے ہمیشہ انسانوں پر محنتیں کیں، ان کی صلاحیتوں کو سنوارنے اور بنانے میں ہر طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہیں فرمایا، ان حضرات کے زمانہ میں تعمیرات بہت کم، نہ ہونے کے برابر ہوتی تھیں؛ لیکن ان کی نظریں ہمیشہ مقصود پر ٹکی رہتی تھیں۔ حضرت بڑویٰ علیہ الرحمہ ایسے مدرسون کے منتظمین سے (جو خالصتاً تعمیری ذہن والے ہوتے) فرمایا کرتے تھے کہ ”بڑا مدرسہ وہ نہیں جہاں اینٹ پتھر زیادہ لگے ہوئے ہوں طلبہ کی کثرت ہو، عمارت خوب ہوں، بڑا نظام ہو، اس سلسلہ میں ہم لوگوں کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا وعظ (ڈم المکروہات) مطالعہ کرنا چاہیے، آج کل اینٹ پتھروں کی طرف خصوصی توجہ ہم لوگوں کی ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے؛ بلکہ بڑا مدرسہ وہ ہے جہاں بڑے (اللہ تعالیٰ) کی حسب مشاء کام ہو اور وہ بڑے کو پسند آجائے، تعمیر برائے تعلیم ہو اور تعلیم برائے تعمیل ہو پھر اس میں رضاۓ الہی پیش نظر ہونا چاہئے جو کہ اصل مقصد اور مطلوب ہے۔

(اصلاحی کلمات: ص: ۳۲)

ایک صاحب کو ایک مکتب میں تحریر فرمایا: مدرسہ کا بڑا چھوٹا ہونا تعمیر کے بڑا چھوٹا ہونے پر موقف نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کو دھوکا ہوا ہے، طلبہ کی بھیت پر بھی اس کا مدار نہیں، تعلیمی نصاب بلند کر دینے پر بھی یہ مبنی نہیں، جو بڑے کو پسند آجائے وہ بڑا ہے، جو پسند نہ آئے وہ چھوٹا بھی نہیں خواہ دیکھنے میں لکھتا ہی بڑا نظر آتا رہے۔ (امداد السالک ص: ۱۳۳، ج: ۱)

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے ”جسم مدرسہ کی تعمیر و تزیین کے مقابلہ میں عملگی تعلیم کو ترجیح دینا، جسم مدرسہ میں اولاً ضروری باتوں کو مقدم رکھا جائے پھر عملگی تعلیم کے بعد مناسب ترین کی جانب توجہ فرمائی جاوے۔ (مجلس ابرار، ص: ۱۶۷، ج: ۱)

عامر بن عبد اللہ خرازی کے متعلق ”الفوائد الدسویی علی رسالتہ ابن ابی زید القیروانی“ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حکم جاری کر کے عامر بن عبد اللہ خرازی کو بچوں کی تعلیم کا حکم دیا، اور

بیت المال سے ان کے لیے وظیفہ جاری کیا اور حکم دیا کہ کندڑ ہن بچ کے لیے تختی پر لکھیں اور زہین بچ کو زبانی تعلیم دیں، اس حکم کے مطابق عامر بن عبد اللہ صاحب سے شام تک مكتب میں بیٹھے رہتے، لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اس کڑی پابندی کے بارے میں بات کر کے تخفیف کرائی کہ نماز نجھر کے بعد دس گیارہ بجے تک اور ظہر کے بعد عصر تک تعلیم دیں، باقی وقت آرام کریں۔

اس مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خیر القرون میں مکاتب کا اجراء، نیز بادیہ و صحراء میں تعلیمی بندوبست سب کچھ کیا گیا، معلمین کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نے بیت المال سے وظائف مقرر فرمائے، نظام تعلیم کے سلسلہ میں مدرسین کو مختلف ہدایات فرمائیں؛ لیکن عمارت پر مستقل نہ محنت کی گئی اور نہ تعییر و ترمیم کو مقصود بنایا گیا۔

آج ہم لوگ اپنے دینی مدرسوں میں معیار تعلیم و تربیت پر پوری توجہ کی جگہ اگر نصف حصہ بھی دھیان دیں اور طلبہ پر محنت کریں تو نظام میں نمایاں تبدیلی اور بہتری آسکتی ہے اور مدارس میں زیر تعلیم طلبہ پر عوام انس کی شکایتوں کا سلسلہ بہت حد تک قابو میں آسکتا ہے۔

باصلاحتیت اور سلیم المزاج اساتذہ کا انتخاب ہو:

کسی بھی ادارہ کی بنیادی ترقی اور تعلیمی استحکام مختمنی جفاکش اور مخلص اساتذہ پر موقوف ہوتا ہے وہ اگر باذوق سلیم الطبع اور با حوصلہ ہوتے ہیں تو یقیناً مدرسہ روز بروز ترقی کے منازل طرکرتا ہے، نظام تعلیم کی مضبوطی میں حضرات معلمین کی حیثیت ریڑھ کی ڈھی سے کم نہیں، ان پر صرف تعلیمی ذمہ داری نہیں ہوتی؛ بلکہ لوہنہ الان امت کی تربیت کی ذمہ داری کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر ہوتا ہے، معلم تمام بچوں کے لیے آئندیل اور نمونہ ہوتا ہے، اس کی فکر و سوچ رفتار و گفتار، رہن سہن اور تمام حرکات طلبہ میں غیر محسوس طریقہ پر منتقل ہوتی ہیں، بہر حال اساتذہ کرام اگر شریعت و سنت کے پابند اور اپنے منصب کے قدر دان ہوں اور ان میں شفقت و رحم دلی اور خیر خواہی کا پہلو غالب ہو تو بالاشہاب ان کے ہاتھوں تیار ہونے والی نسل بھی انھیں صفات کی حامل ہوگی۔ ایک دینی ادارہ کے ذمہ دار اور منظمہ کمیٹی پر یہ سب سے اہم فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے معلم اور لاائق مدرس کا انتخاب کرے جو باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ دینی فکر و مزاج کا حامل سلیم الطبع ہو۔

اساتذہ و ملازمین میں کے ساتھ منتظمین کا سلوك:

کسی ادارہ کا منتظم و مہتمم بنانا جس طرح ایک طرح خوش نصیبی اور نیک بخشی کی بات ہے، اسی طرح ایک

عقلیم ذمہ داری بھی ہے ادارہ کے سربراہ کا عالی حوصلہ، فراخ چشم، متحمل المزاج، شریف النفس ہونا لازم ہے، اس کے اندر بزرگانہ شفقت بھی ہو اور عزیزانہ محبت بھی، اپنے ماتحتوں اور خوردوں کے ساتھ اس کا سلوک و برتاو ایسا مساویانہ و متوازن ہو کہ جس میں نفیات و جذبات کی رعایت بھی ہو اور کسی کی حق تلفی اور دل آزاری کا پہلو بھی نہ ہو، مدرسے کے ملازمین معلمین کو ادارہ کے سچے خیرخواہ اور معمار تصور کرے کہ ان مخلص معماروں کی پر خلوص تعلیمی و تربیتی کو شنوں اور مختنوں سے ہی ادارہ کا وجود قائم ہے، ورنہ مخفی اچھی بلڈنگوں، مزین ہو سلووں اور خوشمنا پارکوں کا نام مدرسہ نہیں ہو سکتا؛ لہذا اسی نظریہ کے ساتھ ان کے اکرام و اعزاز میں اور حوصلہ افزائیوں میں کوتا ہی نہ کرے۔

یہ نظام الہی ہے اور اسی کی جانب سے یہ تقسیم امور ہے کہ وہ کسی فرد کو معلمی کی خدمت کے لیے منتخب کر لے اور کسی انسان کو اہتمام و انتظام کی پر خطر ذمہ داری پر فائز کر دے، لہذا مہتمم کسی مدرس کو بھی حقیر نہ سمجھے، ان کے ساتھ نو کروں کی طرح برتاو نہ ہو۔ حضرت مجی السنه ہر دوئی قدر سره فرماتے ہیں کہ ”ارکین و منتظمین کو چاہیے کہ دوسرے معاونین اور بالخصوص اساتذہ کرام کے ساتھ حسن سلوک رکھیں۔“ (مجالس ابرار، ص: ۷۷)

صفائی معاملات پر خاص توجہ دینے کی ضرورت:

اسلامی تعلیمات میں اہل ایمان کو جس طرح اخلاقیات و عبادات اور معاشرت کا مکلف بنایا گیا ہے، وہیں معاملات کی درستگی اور صفائی رکھنے کی واضح ہدایات بھی دی گئی ہیں، قرآن کی آیات اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر شاہدِ عدل ہیں، عصر حاضر میں جو بنیادی کمزوریاں اسلامی معاشرہ کی علامت بن چکی ہیں، ان میں صفائی معاملات نہ رکھنے کی عادت بھی شامل ہے، عوام الناس کا کیا زکر خواص سمجھے جانے والے، لکھے پڑھے طبقہ کے لوگ بھی اس مرض میں بنتا ہیں؛ بلکہ اس سے بھی ایک قدم بڑھ کر یہ کہ بعض مدارس و مکاتب کے ذمہ داران اور سربراہ حضرات بھی اس مہلک بیماری میں بنتا ہیں کہ مدرسے کے مدرسین اپنی تنخواہوں کے لیے ان کے پیچھے چکر لگاتے ہیں، مدرسے میں تعمیری کام کرنے والے معمار و مزدور ان کے پیچھے گھومنے نظر آتے ہیں، کسی اللہ کے بندے سے ان کا کوئی معاملہ خرید و فروخت کا ہو جائے وہ بھی ان کی بدمعاملگی سے محفوظ نہیں رہ پاتا، ایسے لوگوں کا معاملہ ادارہ کے داخلی امور میں بھی شفاف نہیں ہوتا، آمد و خرچ کا حساب لکھنے اور محفوظ رکھنے میں بھی وہ غیر محتاط ہوتے ہیں، یقیناً یہ ایک تکلیف وہ صورت حال ہے جو ایک مسلمان کے اور خاص طور پر کسی دینی ادارہ کے منتظم عالم دین کے شایان شان نہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اس

قسم کے سطحی طرز عمل سے اپنے آپ کو اپراٹھائیں، اور اپنے روشن مستقبل بنانے کی محنت کریں۔
طلبہ کے لیے نظام تعطیل:

اس وقت تعلیمی موسم نامع میں غیر حاضری سب سے بڑا مانع ہے اور اس میں الیہ یہ ہے کہ بچوں کے سر پرستوں کی جانب سے متواتر کوتا ہیاں ہوتی ہیں، ایک طرف وہ بچے کی اچھی معیاری تعلیم و تربیت کے خواہاں ہوتے ہیں اور دوسری جانب بچہ کو خانگی ہر تقریب شادی، عقیقہ، ولیدہ وغیرہ میں شرکت کی خواہش ہی نہیں کرتے؛ بلکہ اصرار کر کے چھٹی منظور کرانے کے لیے مجبور کرتے ہیں، ضروری ہے کہ اہل مدارس اس سلسلہ میں بھی اپنے ادارہ کے حسب حال کوئی مستلزم لا جھ عمل مقرر فرمائیں؛ تاکہ طلبہ کی غیر حاضری کے بڑھتے ہوئے رہ جان پر روک لگ سکے اور بچے اپنے تعلیمی مقصد کے حصول میں آگے بڑھ سکیں۔

(۱) مثلاً ماہ یا ڈیڑھ ماہ سے پہلے تعطیل کم سے کم منظور کی جائے، پھر اس میں بھی ایک مرتب نظام ہو کہ جمعرات کی دو پہر سے ہفتہ کی دو پہر تک مثلاً رخصت منظور ہو تو وہ باقاعدہ کسی رجسٹر میں درج ہو، پھر بہ وقت واپسی حاضری ہو، اور وقت واپسی کا اندر اجرا ہو، بہ صورت تاخیر مناسب فہمائش کی جائے، وقت مقررہ پر حاضری کی صورت میں حوصلہ افزائی کی جائے۔ غرض پورے تعلیمی سال میں اگر منتظمین اس سلسلہ میں مستعدی و بیداری سے کام لیں گے تو کافی حد تک ہمارے بچوں کے ماحول میں سدھا رائے گا۔

(۲) عید الاضحی، ششماء ہی یا سالانہ تعطیلات کے موقع پر طلبہ کو اجتماعی طور سے اصلاح حال کی جانب متوجہ کیا جائے، اگر ہو سکے تو تحریری طور پر کچھ ناصحانہ با تین لکھ کر ان کے حوالہ کی جائیں، ہم یہاں اسی نوعیت کا مضمون نقل کرتے ہیں جس کا عنوان ہے ”آپ تعطیل کیسے گزاریں؟“

آپ تعطیل کیسے گزاریں؟

عزیز طلبہ! آپ لوگوں کے نفع اور آپ کا مستقبل روشن و تابناک بنانے کے لیے چند مفید با تین لکھی جاتی ہیں، جن پر عمل کرنا آپ کے ذاتی فائدہ کے ساتھ دوسروں کے لیے بھی سبق اور نصیحت کا باعث ہو گا۔

انشاء اللہ۔

(۱) پنج وقت نمازوں کا اہتمام تکمیل اولیٰ کے ساتھ ایسا ہی ہونا ضروری ہے جس طرح آپ اپنے جامعہ کے دینی ماحول میں کرتے ہیں۔

(۲) روزانہ بعد نماز فجر یعنی شریف کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کم از کم ایک پارہ ضرور کیا کریں

اور صبح شام کی دعا عکس بھی معمول میں رکھیں۔

(۳) آپ گھر پر رہیں یا کسی قرابت داری میں جانا ہو آپ اپنا بابس ہرگز نہ بد لیں، ٹوپی اور ٹنخون سے اپر سلا ہوا پائچا مہ جو آپ یہاں استعمال کرتے ہیں وہ باقی رہے۔

(۴) یہاں جامعہ میں رہ کر جو آپ نے سیکھا ہے، اسے اپنے اہل خانہ اور قریبی لوگوں کو سکھانے کی کوشش کریں، روزانہ عشاء کے بعد اپنے بہن بھائیوں اور والدین کے سامنے ”نظام تربیت“ اور ”سچائی“ کے ایک سبق کا مذکورہ کیا کریں۔

(۵) آپ کے گھر میں اگر دینی ماحول ہے تو بہتر رونہ ادب کے ساتھ اپنے گھر کے افراد کے سامنے دینی باتوں کلمات، نماز وغیرہ کا مذکورہ کریں، اور احترام کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب دیں۔

(۶) اپنے گھر کے کاموں کو انجام دینے میں عارم حسوس نہ کریں؛ بلکہ محنت و شوق کے ساتھ ہاتھ بٹائیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے چھوٹے چھوٹے کام خود انجام دے لیتے تھے، آپ لوگ سنت کی نیت سے گھر والوں کا تعاون کریں۔

(۷) سمجھدار اور سلیم الطبع بچ چھوٹی چھوٹی باتوں میں ضد نہیں کیا کرتے، نازخروں سے دور رہتے ہیں۔

(۸) آپ کا طرز عمل ہرگز ایسا نہ ہو ناچاہیے جس سے آپ کے ادارہ اور آپ کے اساتذہ کی بدنامی ہو۔

(۹) اپنی دعاؤں میں اپنے جامعہ کو اور اپنے تمام استاذوں کو نہ بھولیں۔ اللہ آپ لوگوں کو سلامت رکھے، اپنے دین کی خدمت و اشاعت اور حفاظت کے لیے قبول فرمائے، آمین۔

حضرات اساتذہ کرام کے لیے چند اہم مشورے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم مبعوث کیے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری عملی زندگی میں مجملہ دیگر عالی اوصاف کے دو خصوصیتیں حضرات معلمین کے حق میں خاص طور سے بہترین اُسوہ ہیں۔

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی خصوصیت میں شفقت و رحم دلی، دل سوزی اور خیر خواہی کا بیبلو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ کے حریقوں نے آپ پر ظلم و ستم کے پھاڑ توڑے، مصائب و آلام پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی؛ لیکن کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں جذبہ انتقام نہ اُبھرا؛ بلکہ ہمیشہ ایسے لوگوں پر ترس کھایا اور ان کے حق میں توفیق ہدایت کے لیے دعائیں گے اور ترپتے رہے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری اہم خصوصیت جواندگی تربیت کی سب سے موثر خصوصیت ہے، وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں اور مطیع لوگوں کو جس بات کا حکم فرمایا ہے بذات خود اس کا عملی نمونہ دکھلایا؛ حالانکہ بہت سے معاملات میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت و سہولت دی تھی؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو عام مسلمانوں کی صفت میں کھڑا کرنے کو پسند فرمایا، اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ اپنے چھوٹوں اور ماتحتوں کے لیے قول سے زیادہ عمل موثر ہوتا ہے۔

(۳) طبیعت میں سادگی تواضع اور منكسر المزاجی ہمیشہ خاصانِ خدا کا شیوه رہا ہے، اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر بہ تکلف ہی سہی یہ صفات اپنانے کی سمجھ فرمائیں کہ جس کو معمول میں لانے سے عمومی مقبولیت ہی نہیں؛ بلکہ اللہ کے یہاں بھی رفت و بلنڈی حاصل ہوگی۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِهُ رَفَعَ اللَّهُ (حدیث) اور حقیقت میں آپسی اعتماد و اتفاق پیدا کرنے کا بنیادی نکتہ تواضع ہی ہے، جیسا کہ حکیم الامم حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں ”اور یہی تواضع جڑ ہے اتفاق کی بھی، آج کل لوگ اتفاق کی کوشش کرتے ہیں؛ مگر اتفاق کی جو جڑ ہے اس کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں؛ کیوں کہ اتفاق ہمیشہ اس سے پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے کم سمجھے، اس سے کبھی اختلاف اور جھگڑے کی نوبت آہی نہیں سکتی، افسوس آج اس پاکیزہ خصلت کو بالکل چھوڑ دیا گیا، بالکل اس کے خلاف غرور اور اپنے کو بڑا سمجھنے کا سبق دیا جاتا ہے اور لباس میں ہمیشہ ایسی وضع پسند کرتے ہیں جس سے تمام جمیع بھر میں ہمیں کو بڑا سمجھا جائے اور غرض یہ کہ اپنی اولاد کو بھی شروع سے اس وضع کی عادت ڈلواتے ہیں، غرض ہر بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کو فرعون کے برابر سمجھتے ہیں، پھر فرمائیے اتفاق کہاں سے آئے؟ صاحبو! اگر اتفاق کا واقع میں شوق ہے تو صوفیوں کے طرز پر چلنے کی کوشش کرو، ان حضرات کے قدموں پر جا گرو پھر دیکھو کیسا اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ (تسہیل الموعظ جلد اول حصہ دوم، ص: ۲۵)

(۴) ایک اہم اور حساس معاملہ اس وقت طلبہ کی پٹائی کا بنیاد جاہر ہے، تجربہ یہ ہے کہ بچوں سے تعلیمی کام لینے میں تشویق و تشکیل اور ذہن سازی کا طریق زیادہ موثر ہوتا ہے آئے دن اس قسم کے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ استاذ کی پٹائی سے متھش ہو کر بچہ مفرور ہو گیا، جس کی وجہ سے اہل خانہ بھی پریشان ہیں اور استاذ کے ساتھ بھی گستاخانہ طرز اپنا کر دھمکیاں دینے سے گریز نہیں کرتے، اور بعض مرتبہ اس قسم کا ایک

واقعہ ہی پورے ادارہ کی تعلیمی ترقیوں، تربیتی کوششوں پر پانی پھیردیتا ہے۔ پٹائی کا دوسرا ہم پہلو جو عموماً اساتذہ سے نظر انداز ہو جاتا ہے، وہ یہ کہ شرعاً استاذ کو کس قدر ضرب کی اجازت ہے، جس پٹائی سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے یا نشان پڑ جائے یا مردم پئی اور دوا کی ضرورت پیش آئے ایسی پٹائی کرنا جائز نہیں۔

حضرت عکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں ”ایک کوتا ہی تعریر کے متعلق یہ ہے کہ جفا کاروں کے نزدیک اس کی کوئی حد ہی نہیں، جب تک اپنے غصہ کو سکون نہ ہو جائے سزادیتے ہی چلے جاتے ہیں، ایک جگہ فرمایا ”میں نے اپنے مدرسے کے معلموں کو پچھو کو مارنے کے لیے منع کر دیا ہے؛ کیوں کہ یہ لوگ حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور شفاء غیظ کے لیے مارتے ہیں، ایسے زدوکوب کی اگر ولی اجازت بھی دے تو بھی درست نہیں، میں نے دوسرا نیک مقرر کر رکھی ہیں، ایک کان پکڑوانا جس کو مراد آباد والے لٹخ بنوانا کہتے ہیں، دوسرے اٹھنا بیٹھنا، اس میں دونوں اصلاحیں ہو جاتی ہیں جسمانی بھی کہ ورزش ہے، نفسانی بھی یعنی اخلاقی بھی کہ زجر ہو جاتا ہے۔“ (کلم الحق ص/۱۱ بحوالہ تعلیم و تربیت کس طرح: ۷/۱۳ جدید ایڈیشن)

(۵) اساتذہ کرام اپنے مفوضہ امور کو پیش نظر رکھیں، اپنی ذمہ داری کے دائرہ سے باہر نہ جائیں اپنے تعلیمی کاموں اور مدرسے کے قیام کے دوران جن باتوں کا لحاظ رکھنا ایک مخلص معلم و مرتبی کے لیے ضروری ہے، اس کے متعلق چند اصلاحی رہنمائیں ہم یہاں بھی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہر دوئی کے افادات سے نقل کرتے ہیں:

۱- تعلیمی خدمت اپنا فرض منصبی خیال کرنا اور وظیفہ کو اغماں خداوندی سمجھنا، انتظام وظیفہ و انتظام تعلیم کرنے والوں کو اپنا محسن سمجھنا اور اس کے لیے دعا خیر کرتے رہنا۔

۲- طلبہ کو اپنا محسن خیال کرنا کہ ان کی وجہ سے علمی و عملی ترقی کا موقعہ ملتا ہے، نیز ان کو اللہ نے سب سے روزی بنایا ہے، طلبہ کی عظمت بوجہ مجاہد فی سبیل اللہ و ضیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے کرنا، ان پر مشتمل اولاد کے شفقت کرنا۔

۳- ایسے معاملات سے احتیاط فرمانا کہ طلبہ یا منتظمین یا معاونین کی تحقیر ظاہر ہو یا عامۃ المسلمين کے سامنے شکایت و بے وقعتی ہو۔

۴- غصہ کی حالت میں تادیب سے احتیاط کرنا، تادیب ضربی سے حتی الوضع احتیاط فرمانا اور بشرط ضرورت

- تادیب حدود کے اندر کرنا، طلبہ کی غلطی و بے ادبی پر اولاد فہمائش پھر تادیب حسب مصالح موقع کرنا۔
- ۵- امارد (بے ریش طلبہ) کو خلوت میں آنے سے سختی سے روکنا۔
- ۶- بڑے طلبہ سے خدمت بعد اجازت منتظم لینا، امارد سے سخت احتیاط اس بارے میں رکھی جائے۔
- ۷- طلبہ کی عیادت اور ضروری اعانت کا خاص خیال رکھنا۔
- ۸- مطالعہ کی تاکید کرنا، نامہ سبق کے نقصانات گاہ بے گاہ بیان کرنا۔
- ۹- قرآن شریف میں ہر ایک کا سبق خود سنتا، دیگر جماعتوں میں باری باری سبق پڑھانا۔
- ۱۰- طلبہ کی شرارت و بے ادبی پر صبر و تحمل کا اہتمام چاہیے اور اس وقت کفار کے حالات کو سامنے رکھ کر اسوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوچا جاوے، بعد شفاء غیظ مناسب طریقہ اصلاح کا تجویز کیا جائے۔
- ۱۱- کسی کے توجہ دلانے پر اپنی غلطی علمی یا عملی ظاہر ہو تو اس کا ممنون ہونا چاہیے، ظہور غلطی پر اس غلطی کی تلافی کی فکر کرنا چاہیے، اس سے عظمت بڑھتی ہے۔
- ۱۲- نماز باجماعت بلکہ تکمیر اولی، تعدیل ارکان اور اوقات مقررہ کی پابندی کی تلقین فرماتے رہنا، گاہ بے گاہ نگرانی از خود کرنا۔
- ۱۳- تعلیم المتعلم یا رحمة المعلمین یا اشرف التنهییم کا مطالعہ رکھانا۔ (مجلس ابراہر، ص: ۲۰۱، ج: ۱)
- الغرض مدارس اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے طبقہ کو گاہ بے گاہ اپنا محاسبہ کرتے رہنے کی بھی ضرورت ہے اور علم حض کی سطح سے بلند ہو کر عملی میدان میں سبقت کو اختیار کرنا بھی لازم ہے، ہم لوگ امت مسلمہ کی حالت زار پر ترس کھائیں، اپنے مقام و منصب کو ملحوظ رکھ کر خلوص کے ساتھ خدمت سمجھ کر اپنی ذمہ داری کو انجام دیں، موجودہ تعطل کو یکسر ختم کریں، ملت اسلامیہ کو جو امید یں اور توقعات ہم سے لگی ہوئی ہیں، ان کو باحسن و جوہ پورا کرنے کے لیے ہم خدام اپنی راتوں کو زندہ کریں، اور اپنے بزرگان دین سے واہستگی قائم رکھیں، اس طریق سے ہم اپنی علمی مسافت طے کریں گے تو انشاء اللہ منزل پر پہنچنا اور کامیاب و با مراد ہونا آسان ہوگا۔

• • •

از بہشتی زیور

آپ کے مسائل کا حل

福德 کا بیان

مسئلہ: جس کو اتنا بڑھا پا ہو گیا کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا ایسا یہار ہے کہ اب اچھا ہونے کی امید نہیں نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بد لے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ دے دے یا صبح و شام پیٹ بھر کے اس کو کھانا دے۔ شرع میں اس کو فدیہ کہتے ہیں اور یہ دینا واجب ہے۔ اور غلہ کے بد لے میں اسی قدر غلہ کی قیمت دے دے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: وہ گھبیوں اگر تھوڑے تھوڑے کر کے کئی مسکینوں کو بانت دے تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: ایک مسکین کو ایک دن میں ایک سے زیادہ فدیہ نہ دیا جائے لیکن امام ابو یوسفؓ کی دوسری روایت کے مطابق دو دن یا اس سے زیادہ دنوں کا فدیہ ایک مسکین کو ایک وقت میں دیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: پھر اگر کبھی طاقت آگئی یا یہار شخص چاہے تو رسمان کے شروع میں پورے مہینے کا فدیہ دے دے اور دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ: ایسا بوڑھا اور ایسا یہار شخص چاہے تو رمضان کے شروع میں پورے مہینے کا فدیہ دے دے اور چاہے مہینے کے آخر میں دے دے۔

مسئلہ: کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتبے وقت وصیت کر گیا کہ میرے روزوں کے بد لے فدیہ دے دینا تو اس کے مال میں سے اس کا ولی یہ فدیہ دے دے اور کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال

بچے اس کی تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آئے تو دینا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر اس نے وصیت نہیں کی مگر ولی نے اپنے ماں میں سے فدیہ دے دیا تب بھی خدا سے امید رکھے کہ شاید قبول کر لے اور اب روزوں کا مواخذہ نہ کرے گا اور بغیر وصیت کے خود مردے کے ماں میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تہائی ماں سے زیادہ ہو جائے تو باوجود وصیت کے بھی زیادہ دینا سب وارثوں کی رضا مندی کے بغیر جائز نہیں۔ ہاں اگر سب وارث خوشی سے راضی ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ بالغ وارث اپنا حصہ جدا کر کے اس میں سے دے دیں تو درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وصیت کر کے مر گیا کہ میری نمازوں کے بد لے فدیہ دے دینا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزہ کا فدیہ ہے۔ اس حساب سے دن رات کی پانچ فرض اور ایک وتر چھنمازوں کا ایک چھٹا نک کم پونے گیارہ سیر گیہوں دے مگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دے۔

مسئلہ: اگر ولی مردے کی طرف سے قضا روزے کے رکھ لے یا اس کی طرف سے قضا نمازیں پڑھ لے تو یہ درست نہیں اور میت کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

مسئلہ: اگر گندم اور جو نہیں دیے بلکہ گندم اور جو کی قیمت دے تو یہ سب سے کہتر ہے۔

مسئلہ: ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دونوں باتیں جائز ہیں۔

مسئلہ: اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کو صدقہ فطر بھی دینا جائز ہے اور جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ان کو صدقہ فطر بھی دینا جائز نہیں۔

عید الفطر کے مسائل

مسئلہ: شہر کے اندر جو کھلے میدان ہوں ان میں نماز عید ادا تو ہو جائے گی مگر اصل سنت ادا نہ ہو گی۔

مسئلہ: عیدگاہ جو پہلے آبادی سے باہر ہو پھر آبادی کے بڑھنے سے آبادی کے اندر آجائے تو صراحتی

آبادی سے باہر عید پڑھنے کی اصلی سنت ادا نہ ہوگی البتہ عید کی نماز ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ: آبادی بہت بڑھ جائے اور کسی ایک جگہ شہر کی آبادی کا جمع ہونا تقریباً محال ہو تو اظہار شوکت کے لیے آبادی سے باہر شہر کے مختلف حصوں کے لیے عید کی نماز کا اہتمام کیا جا سکتا ہے مثلاً دو چار یا آٹھ مقامات پر۔ بہر حال یہ افضل ہے واجب نہیں۔

عید کے دن عید مبارک کہنا جائز ہے۔

عید کی نماز کے بعد عید کا ایک عمل سمجھ کر گلے مانا یا مصافحہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ اگر نماز عید کے لیے اکٹھے عید گاہ گئے ہوں یا پہلے مل چکے ہوں تو نماز کے بعد پھر گلے مانا بذات خود ایک بے موقع عمل ہے حالانکہ دین میں مصافحہ اور معاشقہ کا موقع متعین ہے۔ کسی سے کچھ وقفہ بعد میں تو اس سے مصافحہ کرنا مسنون ہے اور جس سے طویل وقفہ بعد میں اس سے معاشقہ کیا جا سکتا ہے۔

عید کی نماز کے اجتماع میں دعا کرنا جائز ہے۔ یہ دعا نماز کے متصل بعد یعنی خطبہ سے پہلے ہو یا خطبہ کے بعد ہو دونوں طرح جائز ہے لیکن ان میں سے صرف ایک موقع پر کی جائے گی۔

عید کی نماز پڑھتے ہوئے وضو ٹوٹ جائے اور وضو میں مشغول ہونے سے نماز کے فوت ہونے کا اندریشہ ہو تو تم کر کے نماز میں شامل ہو جائے۔

عرب میں عید پڑھ کر آئے اور پاکستان میں اگلا دن عید کا ہو تو پاکستان میں عید کی نماز پڑھے البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایسا شخص پاکستان میں عید کی نماز میں امامت نہ کرے۔
کوئی شخص ایسے وقت عید کی نماز کے لیے پہنچا کر نماز ہو چکی ہو اور کسی جگہ بھی ملنے کی امید نہیں تو مستحب ہے کہ یہ شخص چار رکعت نفل پڑھے۔

مسئلہ: اگر کوئی عید کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا ہو تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کی فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیریں کہہ لے اس کے بعد رکوع میں جائے اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ

اٹھائے اور اس کے پوری تکبیریں کہہ جکنے سے پہلے اگر امام رکوع سے سرا اٹھا لے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئیں وہ اس کو معاف ہیں۔

مسئلہ: عید کی نماز میں اگر کسی کی ایک رکعت رہ گئی ہو تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت کرے اس کے بعد تکبیریں کہے۔

مسئلہ: اگر امام تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیے کہ حالت رکوع میں تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہو گی لیکن ہر حالت میں بوجہ کثرت بھوم کے سجدہ سہونے کرے۔

مسئلہ: اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جاسکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الاضحیٰ کی بارہویں تاریخ تک پڑھی جاسکتی ہے۔

سجدہ تلاوت کا بیان

مسئلہ: قرآن شریف میں تلاوت کے سجدے چودہ ہیں۔ جہاں جہاں کلام مجید کے کنارے پر ”سجدہ“ لکھا ہوتا ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اسی کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

مسئلہ: آیت سجدہ میں جو لفظ سجدہ پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ کم از کم ایک لفظ پہلے کا یا بعد کا ملا کر پڑھنے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ پوری آیت کی تلاوت سے واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی پوری آیت پڑھی لیکن خود سجدہ والا لفظ نہیں پڑھا تو سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر صرف سجدہ والا لفظ پڑھا اس سے پہلے یا بعد میں کچھ نہ پڑھا تب بھی سجدہ واجب نہیں ہو گا۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھنے تو پڑھنے کے بعد فوراً نماز ہی میں سجدہ کر لے پھر باقی سورت پڑھ کے رکوع میں جائے۔ اگر اس آیت کو پڑھ کر فوراً سجدہ نہ کیا۔ اس کے بعد دو یا تین آیتیں اور پڑھ لیں تب سجدہ کیا تو یہ بھی درست ہے اگر اس سے بھی زیادہ پڑھ گیا تب سجدہ کیا تو سجدہ توادا ہو گیا لیکن گناہ گار ہوا۔

• • •

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اعمال قرآنی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قرآن مجید میں بیان کی گئی انبیاء کے کرام کی دعائیں، پریشانیوں کے حل کے لئے قرآنی وظائف اور ہمہ اقسام روحانی و جسمانی امراض سے شفایا بیل کے لئے کلام اللہ میں بیان کئے گئے نجات جات کو کیجا کر کے ایک کتاب "اعمال قرآنی" کے نام سے مرتب کی تھی جس میں مصیبت زدہ عوام اور پریشان حال افراد کے دکھوں اور مصیبوں کا قرآن مجید کی روشنی میں حل موجود ہے۔ آپ بھی کامل یقین کے ساتھ ان پر عمل کر کے اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا پاسکتے ہیں۔

تہائی قرآن کا ثواب:

پوری سورہ اخلاص (پارہ: ۳۰)

حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اس سورت کو ایک دفعہ پڑھا اس کو تہائی قرآن کا ثواب ملے گا۔

بخار کا علاج:

حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: الحمد لله رب العالمين بخرا و اى لى بخرا و اى لى كى منه
پر چھیننا دے، ان شاء الله تعالى بخار دور ہو جائے گا۔

ولاد کے لیے دعا:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الدُّنْيَا دُرْيَةً طَيِّبَةً جَانِكَ سَمِيعَ الدُّعَاءِ ۝

خاصیت: جس کو اولاد سے مایوسی ہو وہ اس آیت کو پڑھا کرے، خداوند کریم اس کی برکت سے فرزند صالح عطا فرمائے گا ان شاء الله تعالى۔

• • •



تحصیل فی الفتن

حضرت مولانا ذاکر مفتی عبد الواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نصاب و نظام

- ☆۔۔۔ اصول فقہ کی جامع اور تحریکی کتاب "مسلم الشیووت" اور "اصول بیرونی" کا باقاعدہ درس ۔۔۔۔۔
- ☆۔۔۔ اسلامی لٹرچر کی عدم الظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" اور "مواقت للخاطی" کا باضابطہ سبق ۔۔۔۔۔
- ☆۔۔۔ ہر فہٹے میں قسمی نہ کرے کی ایک نیشت ۔۔۔۔۔
- ☆۔۔۔ فتویں اعمالات اور جدید عوایش مسائل پر خصوصی توجہ ۔۔۔۔۔
- ☆۔۔۔ اسلامی عقائد اور باطل ظنوریات و قتوں پر جامع و مرتب دروس و محاضرات ۔۔۔۔۔

نمایاں خصوصیات:

- ضروری سہولیات پر مشتمل، صاف ستری اور عمدہ رہائش۔
- معقول مابان وظیفہ۔

تاریخ داخلہ: ۱۰ اشویں ۔۔۔ تا ۔۔۔ ۲۰ اشویں

معلومات اور ابطة کے لیے: 0321-7744712 - 04237415559

دارالافتاء والتحقیق

جامعہ دارالتقوی امتحانی جامع مسجد الہلال، چورچی پارک لاہور



جَامِيَّةُ دَارُ التَّقْوَىٰ

محترم وکرم جناب

اسلام علیکم و رحمۃ اللہ

امید ہے کہ آپ خیر و عایت سے ہوں گے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جامدوار القویٰ ملکی کی معروف دینی درسگاہوں میں سے ایک بہاء اللہ کے نفل سے جامد عجس کی ابتداء 1967ء میں ایک حظا کے مدرسے سے ہوئی تھی آج اس کی 22 شخصی پرے ملک میں علمین کی شادوت میں صرف ٹیکیں ہیں۔

جامعہ میں شعبہ حضور شعبہ کتب (درست قرآنی کو رس) شخص اور سکول کے شعبوں میں 3500 سے زائد طلباء طالبات علم دین سے مستفید ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ اسکے علاوہ جامعہ مزید مختلف شعبوں پر بھی کام کر رہا ہے جیسے مختلف عنوانات پر عوام کی دینی رہنمائی کے لئے سینا روز اور سو شل میڈیا پرنٹ میڈیا کے ذریعہ عوام کی دینی رہنمائی کرتا۔

جامعہ کے سارے نظام کو چالنے میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح اہل چاموکی خدمات کے قبول کیا ہے اسی طرح آپ حضرات کی توجہ اور دعا کیں بھی شامل رہیں یہ جامعہ میں مختلف بحثیتیں ایضاً اسکے باعث ضروریات اور اخراجات میں بھی پہنچانے والے بحثیتیں ہیں جو اسکے باعث میں ہیں۔

جامعہ آپ حضرات کا شکر پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ حضرات سے رکوہ، مددقات کی مدیں قانون بڑھانے کا خواستگار ہے آپ حضرات سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنے مغلقتین کو بھی اس کا خیر کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ اجر و رواب میں آپ کا حمد مزید بڑھ سکے۔ نیز جامعہ نے تمیں کمال کا ایک قطعہ اخوند خیر دیا ہے جس پر واللہ آنکہ تیر کا رادو ہے اس میں اپنے بزرگوں کیلئے صدقہ جاریہ کے طور پر حصہ۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں ارشاد ہے کون ہے جو اللہ کو چیز قرشد سے پھر اللہ اس کو بہت بڑھا کر دیگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جو شخص نیکی کی طرف کی رہنمائی کرتا ہے اس کو اتنا چاہی اجر ملتا ہے جتنا نیکی والے کو۔ رمضان میں بھی کا اجر کی گئی بڑھ جاتا ہے نہیں پوکہ کا شر اہل رثوت حضرات رمضان المبارک میں پیغام کو دا کرتے ہیں اس لئے آپ حضرات سے بوش ہے کہ پھر اپنے حلقہ تعلیم کو بھی رمضان المبارک میں اس کا خیر کی طرف متوجہ فرمائیں۔

امید ہے کہ اس قانون علی الخیر میں مزید آگے بڑھ کر حصہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو شعبوں کو بھی باہم ہمیں شرف تجویز کیتے عطا فرمائے جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا

ذریعہ بتائے۔

اممِ ایلی کی اسلامک پیونک

منجانب انتظامیہ

جامعہ دار القویٰ

صدقات مطلبات کیلئے اکاؤنٹ نمبر

الا انکا بک سینہ

اکاؤنٹ نامہ

MIB

اممِ ایلی

ABL

الا انکا بک سینہ

DARUL TAQWA TRUST

اکاؤنٹ نامہ

MADRASSA FATIMA TU ZAHRA

159

برائی کوڈ

0140224

برائی کوڈ

1001820660001

0010004203780017



DAR UT-TAQWA (TRUST)

Mutasi Jame Masjid Al-Hilal Chobouri Park, Lahore

+923222333224 darultaqwa.online@gmail.com itfa4u@yahoo.com

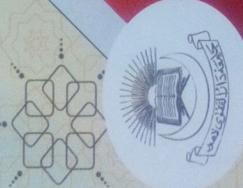
www.darultaqwa.org itjaedarultaqwa Mufti Online: +923004113082

مرکزی دفتر: تصلی چاہی مسجد اہلیل، پورپوری پارک، لاہور

03217771130 / 04237414665



جامعہ کے مدارز تقویٰ لاہور کے زیر انتظام



صف الاعدادی
(بڑی عمری طالبات کے لئے ایک سال کا کورس)

صف النساء
(بڑی عمری طالبات کے لئے ایک سال کا کورس)

دراسات دینیہ کورس

طالبات کی تعلیم و تربیت کیلئے شانی یونیورسٹی ادارہ

مدرسہ فاطمۃ الزہر ام البلیفات

امحمد شہزاد حامی مکوہ فاق المدارس الفرمیہ کے انتظام
میں صوبائی سطح پر امتیازی پوزیشن کا اعزاز حاصل ہے

برانچیں

- گاشن راوی لاہور
- کارڈنال ایڈوارڈز
- شامبرہ لاہور
- امیر مٹاؤں لاہور
- لین کائچ، لاہور کینٹ
- مری
- پیخ پورہ

آغاز داخلہ 10 شوال سے
وقت داخلہ صبح 8 ناٹھ 12

مندرجہ ذیل شاخوں
میں سے کسی بھی
شانی میں داخلہ
کے لئے تذکرہ پیش کیا جائے

جیا نیب: شعبیہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتفویٰ مرکزی دفتر: متعلق جامع مسجد الہلال، چوہنگی پارک، لاہور

+923222333224 darultaqwa.online@gmail.com ifta4u@yahoo.com

www.darultaqwa.org Mufti Online: +923004113082